اُمِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بدہ آمنہؑ ـــــــ دُنیا کی سب سے عظیم ماںؑ

ں نے دُنیا کی سب سے عظیم ہستی کو جنم دیا۔

تالیف و تحقیق

پیام شاہجہانپوری

ـــــــ ناشرین ـــــــ

ۂ تاریخ و تحقیق، این-۲۳ عوامی فلیٹس ریواز گارڈن لاہور ۵۴۰۰۰

نام کتاب : اُمِّ رسُولؐ

مولف : پیامؔ شاہجہانپوری

ناشر : رضی الدین خاں

طابع : محمد محسن، لاہور آرٹ پریس
۱۵۔ نیو انار کلی، لاہور

مقام اشاعت : این۔۲۳، عوامی فلیٹس،
ریواز گارڈن، لاہور

بارِ اول : اکتوبر ۱۹۹۵ء

هدیہ : ۸۰ روپۓ

ٹیلی فون نمبر: 7322313

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر و شکایت

سیدہ آمنہؑ ——— ؟ دنیا کی سب سے عظیم ماں ——— جس نے دنیا کی سب سے عظیم ہستیؐ کو جنم دیا ——— افسوس کہ ان کے ذکر سے بے اعتنائی برتی گئی۔ آج جبکہ میں سیدہ آمنہؑ کا تذکرۂ حیات مکمل کر کے کسی حد تک اپنے فرض سے سبکدوش ہو سکا ہوں تو مجھے یہ عرض کرتے ہوئے انتہائی دکھ ہو رہا ہے کہ قدیم مورخوں اور سیرت نگاروں نے خاص سیدہ آمنہؑ کی سیرت پر کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا حالانکہ ان میں سے بعض نے حضور اقدس ﷺ کا قریب ترین زمانہ پایا تھا جیسے علامہ ابن اسحاقؒ جن کی ولادت قریباً ۸۵ ھ میں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں سیدہ آمنہؑ پر کوئی اچھی، تحقیقی اور بھرپور کتاب نہیں لکھی جا سکی کیونکہ حضرت آمنہؑ سے متعلق ضروری مواد دستیاب نہیں اور اردو میں تو میدان قریب قریب بالکل صاف ہے۔ (X)

(X) حال ہی میں سیدہ آمنہؑ کے بارے میں ایک مصری مصنفہ ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی کی کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ جس کا ابھی اردو ترجمہ نہیں ہوا ہے اور پاکستان میں دستیاب بھی نہیں (مولف)

ہو گی جن کا تعاون اس کتاب کے سلسلے میں مجھے حاصل رہا۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کے چیف لائبریرین جناب سید جمیل احمد صاحب رضوی نے مجھ سے خصوصی تعاون فرمایا' بڑی قیمتی اور نادر کتابوں سے استفادہ کرنے کا مجھے موقع دیا' بعض ایسی کتابوں کی نشاندہی کی جو اس موضوع سے متعلق تھیں مگر میرے علم میں نہ تھیں۔ بعض کتابوں کے فوٹو اسٹیٹ مجھے عنایت فرمائے جن میں سے بعض تو نایاب ہو چکی ہیں۔ اسی طرح اورنٹیل کالج لاہور کے فاضل استاد پروفیسر سید محمد کبیر احمد صاحب مظہر نے بھی اپنی ذاتی لائبریری سے مجھے استفادہ کرنے کا موقع دیا۔ متعدد قیمتی اور نایاب کتابوں کے متعلقہ مقامات کے فوٹو اسٹیٹ عنایت فرمائے اور بعض تاریخی روایات کی نشاندہی کی۔ گورنمنٹ کالج فیصل آباد کے استاد شعبہ ء عربی پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب بھی میرے شکریئے کے مستحق ہیں کہ ایک کمیاب کتاب "الجوھر فی نسب النبیؐ" کے قلمی نوٹس مجھے عنایت فرمائے اور ایک بہت ہی قیمتی عربی کتاب کی نشاندہی کی جو ابھی تک پاکستان میں دستیاب نہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ اگر یہ کتاب میری نظر سے نہ گذرتی تو زیر نظر تالیف تشنہ رہ جاتی۔ یہ کتاب اتفاق مسجد لاہور کے خطیب مولانا سید ریاض حسین شاہ صاحب کی تحویل میں تھی ان کی عنایت سے مجھے اس کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا' ان کے معاون جناب بہا الدین صاحب جو سرتاپا اخلاق ہیں بہت تواضع سے پیش آئے اور کتاب کے متعلقہ حصوں کا فوٹو اسٹیٹ کرانے میں میری امداد کی۔ میرے ایک اور دوست حافظ مختار احمد صاحب گوندل سینئر لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لائبریری نے بھی میری خاطر زحمت فرمائی اور میرے موضوع سے متعلق بعض قیمتی کتابیں میرے لئے مہیا کیں۔ میرے نہایت فاضل کرم فرما ڈاکٹر ظہور احمد صاحب اظہر پرنسپل اورنٹیل کالج لاہور نے بھی مجھے اپنے قیمتی مشورے سے نوازا اور میری رہنمائی فرمائی۔ ایک درویش صفت

عالم نے علامہ ازرقی کی کتاب کے ایک مقام کا فوٹو اسٹیٹ مجھے عنایت فرمایا اور مسند امام احمد بن حنبلؒ کی ایک حدیث کی نشاندہی کی۔ میرے ایک اور حبیب لائبریرین نے ساری لائبریری میرے Disposal پر چھوڑ دی ان دونوں کرم فرماؤں کو اپنے نام کا اظہار منظور نہیں۔ اپنے نام کے اظہار کی تو ان کرم فرماؤں میں سے کسی کو بھی خواہش نہیں تھی جن کا ذکر میں نے سطور بالا میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو اس تعاون و کرم فرمائی کا بہترین اجر عطا فرمائے۔

ہاں' ایک صاحب کا نام درج ہونے سے رہ گیا جن کا نام سب سے پہلے درج ہونا چاہئے تھا۔ یہ ہیں میرے مکرم دوست عبدالمالک صاحب جنہوں نے مجھے یہ کتاب لکھنے کی تحریک کی اور بار بار کی۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر وہ اس قدر اصرار سے توجہ نہ دلاتے تو یہ کتاب اس وقت قارئین کرام کے ہاتھوں میں نہ ہوتی اس لئے وہ کتاب کے ہر قاری کی طرف سے شکریئے اور دعا کے مستحق ہیں۔ اسی طرح میرے ایک اور دوست لطیف شاد صاحب نے بھی بڑی مخلصانہ تحریک کی "کہ حضرت آمنہ پر کتاب لکھو"۔ ان کی تحریک نے بھی میرے قلم کے لئے مہمیز کا کام کیا۔

آخر میں ایک بات بہت دکھے ہوئے دل سے عرض کرنی ہے۔ اسلام کے دشمنوں نے ایک منصوبے کے تحت اسلامی لٹریچر میں بعض ایسی روایات داخل کر دیں یا کرا دیں جن کا مقصد اس مقدس مذہب کے پاکیزہ اور روشن چہرے کو داغدار کرنا تھا۔ اس مذموم مقصد میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے اور ہمارے بعض اسلاف نے غلط فہمی کی بنا پر وہ روایات قبول کر لیں۔ انہی دشمنان اسلام میں وہ منافقین مدینہ بھی تھے جنہوں نے ایسی روایات وضع کیں جن سے ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین گرامی بھی محفوظ نہ رہے۔ ان کے ایمان کے بارے میں بعض نہایت تکلیف دہ روایات انہی منافقین مدینہ

کی وضع کردہ معلوم ہوتی ہیں جو اسلامی لٹریچر میں در آئیں جنہیں پڑھ کر ہمارے سر ندامت سے جھک جاتے ہیں۔ یہ غلط روایات ہم نے دانستہ کتاب میں شامل نہیں کیں تاکہ ان لوگوں کے ذہن بھی مسموم نہ ہو جائیں جن کی نظر سے یہ روایات ابھی تک نہیں گذریں۔

اس کتاب کے آخر میں ایک باب "والدین رسولؐ کا مقام" اسی مقصد کے تحت سپرد قلم کرنا پڑا تاکہ جن لوگوں کی نظر سے وہ تکلیف دہ روایات گزری ہیں اور جنہیں پڑھ کر ان کے دل مجروح ہوئے ہیں ان کے زخموں کا مداوا ہو سکے اور ان کے دل اس یقین سے معمور ہو جائیں کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین گرامی سچے خدا پرست اور دین ابراہیمی کے پیرو تھے۔ حضورؐ اقدس کے اجداد میں کوئی مشرک' بت پرست اور فاسق و فاجر پیدا نہیں ہوا یہ سب دشمنان اسلام اور منافقین مدینہ کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہے۔
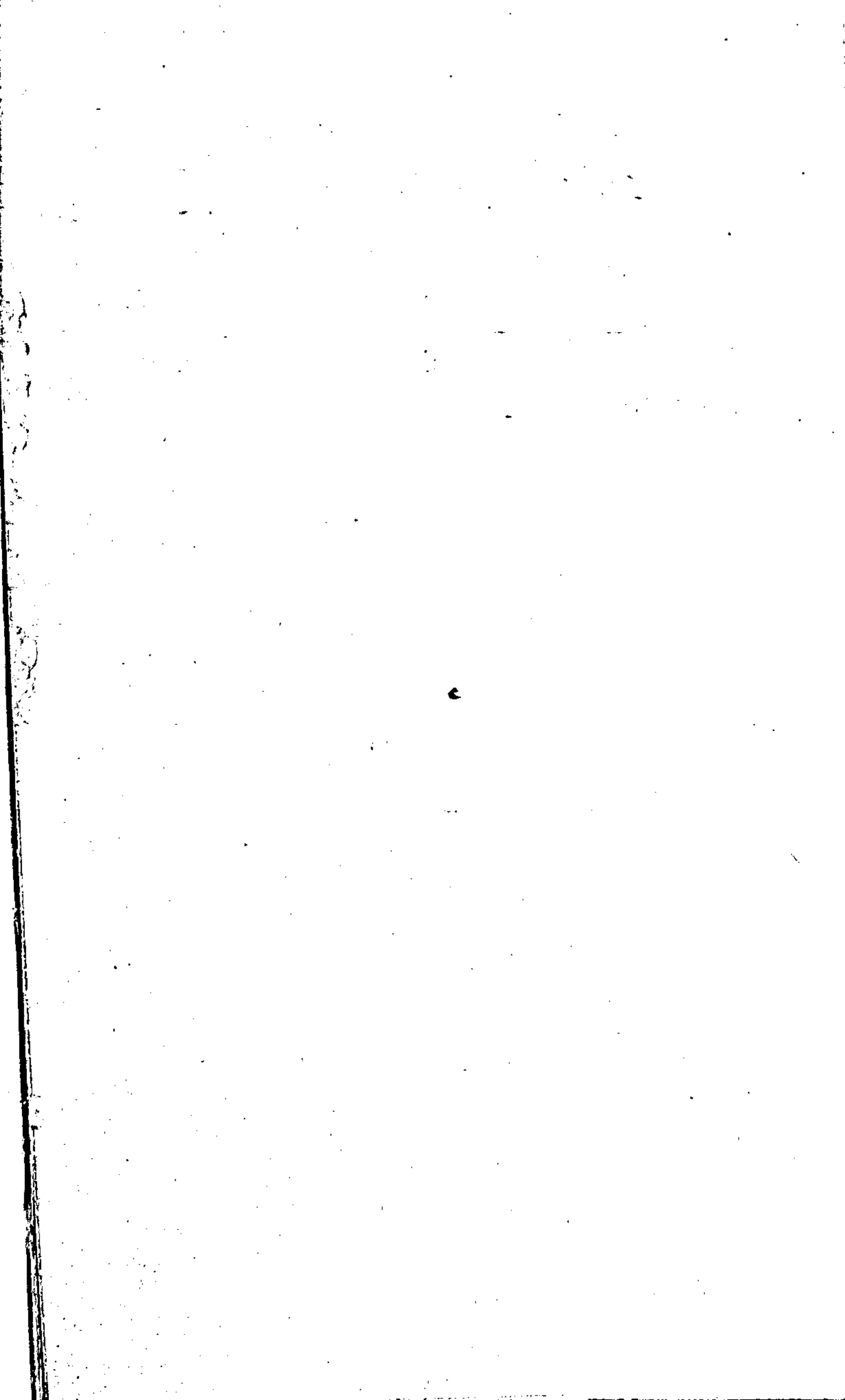
پیام شاہجہان پوری

این۔ ۲۳' عوامی فلیٹس' ریواز گارڈن' لاہور

بدھ ۱۵ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

۱۴ جون ۱۹۹۵ء

(ٹیلی فون نمبر ۷۳۲۲۳۱۳)

433

ضروری وضاحت

حدیث کی وہ چھ کتابیں جنہیں "صحاح ستہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے بلاشبہ اسلامی لٹریچر کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے اور وہ پاک فطرت محدثین جنہوں نے یہ حدیثیں جمع اور مرتب کیں ان کا ملت اسلامیہ پر بہت بڑا احسان ہے' لیکن احادیث رسولؐ کا سرمایہ صرف انہی چھ کتب میں محدود نہیں ہو سکتا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خلوت و جلوت میں علم و حکمت اور معرفت کے جو موتی لٹائے وہ تو ان گنت ہیں' ان میں سے بہت سے "صحاح ستہ" میں آ گئے' ان کے علاوہ معلوم نہیں حضورؐ اقدس کے کتنے ارشادات گرامی تھے جن سے یہ بزرگ آگاہ نہ ہو سکے اور وہ دوسرے بزرگوں کے حصے میں آئے۔ اس حقیقت کو بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہئے کہ راویان حدیث اور محدثین کی کوئی ایک جماعت حضورؐ اقدس کے علم و معرفت کا مکمل احاطہ کر ہی نہیں سکتی تھی' یہ ممکن ہی نہ تھا۔ پس جو احادیث اور روایات "صحاح ستہ" کے علاوہ ہیں انہیں رد کر دینا نہ صرف ناانصافی ہے بلکہ یہ ایک ایسی غلط سوچ ہے جس کے نتیجے میں ہم علم و معرفت کے اس لازوال اور انمول خزانے سے محروم ہو جائیں گے جو حضورؐ اقدس نے ہمیں عطا فرمایا۔

مسئلے کا یہ پہلو بھی بہت غور طلب ہے کہ جن اکابر ملت نے یہ احادیث اپنی فاضلانہ کتب میں شامل کی ہیں وہ کوئی معمولی لوگ نہ تھے بلکہ علامہ ابن اسحاقؒ

علامہؒ ابن ہشامؒ، امام جلال الدین سیوطیؒ، امام سہیلیؒ، علامہ زرقانیؒ، علامہ علی الحلبیؒ، علامہ محمد ابن سعدؒ، قاضی عیاضؒ (صاحب الشفا) اور علامہ القسطلانیؒ جیسے جید علما اور امام ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے عاشق تھے اور جن کی زندگیاں خدمت دین کی نذر ہو گئیں۔ ان بزرگوں نے یہ احادیث پوری احتیاط اور ذمہ داری سے اپنی کتب میں شامل کیں اور انہیں قول رسولؐ قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ان اقوالؐ رسول سے بھی اپنی کتاب کو زینت دی اور ان بزرگوں کی پیش کردہ روایات سے بھی استفادہ کیا۔ خاص طور سے وہ روایات جو حضرت سیدہ آمنہؑ کے بچپن، نوجوانی، آپؑ کی شادی اور شادی کے بعد کے حالات و واقعات سے تعلق رکھتی ہیں اسلامی تاریخ کا بہت قیمتی اثاثہ ہیں جو حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ اور حضرت امام سہیلیؒ جیسے بلند پایہ ائمہ اور بزرگان دین نے جمع کیں۔ یہ روایات حضرت سیدہ آمنہؑ کا معاشرتی مقام متعین کرنے اور آپؑ کے دینی و روحانی مرتبے کو سمجھنے میں ہماری رہنمائی کرتی ہیں اس لئے ان سے ہرگز صرف نظر نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں بعض کمزور روایات جن میں غلو سے کام لیا گیا ہے اور محض عقیدت کی بنا پر وضع کر لی گئیں وہ ہم نے نظرانداز کر دیں اور ایسی روایات سے دنیا کی کون سے کتاب مبرا ہے؟۔

(مولف)

فہرست عنوانات

عنوان صفحہ عنوان صفحہ

سیّدہ آمنہؓ

عنوان | صفحہ | عنوان | صفحہ

والدین رسول کا مقام

اشرافِ مکّہ

سیدہ آمنہؓ کس مرتبے کی خاتون تھیں، انہیں اپنے معاشرے میں کیا مقام حاصل تھا؟ یہ ہمارا اصل موضوع ہے لیکن جس خانوادے میں سیدہ آمنہؓ بیاہ کر گئیں اس خانوادے کا مکہ بلکہ جزیرہ نمائے عرب میں کیا مقام تھا؟ پہلے تھوڑا سا اس کا ذکر۔۔۔۔۔!

ایک تیز رفتار اونٹ مدینہ سے مکہ کی طرف رواں دواں تھا۔ اونٹ پر دو آدمی سوار تھے، ایک اونٹ کا مالک جو آگے بیٹھا ہوا تھا اور دوسرے ایک نہایت حسین و جمیل نوجوان جو اس کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ جب یہ اونٹ مکہ میں داخل ہوا تو لوگ کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ "مطلب" اپنے لئے غلام خرید کر لائے ہیں۔ جب "مطلب" نے اہل مکہ کی یہ گفتگو سنی تو انہیں سخت غصہ آیا اور بولے کہ تمہاری خرابی ہو یہ غلام نہیں میرا بھتیجا "شیبہ" ہے جسے میں اس کی ماں سے لے کر آ رہا ہوں مگر اس کے باوجود "شیبہ" عبدالمطلب کے نام سے ہی مشہور ہو گئے (۱)

دوسری روایت کے مطابق چونکہ جناب مطلب نے اپنے بھتیجے کی پرورش

---

(۱) "السیرۃ النبویہ" ابن ہشام القسم الاول۔ الجزائن: الاول و الثانی دار الکتب المصریہ۔ ص ۱۳۸۔

کی تھی اس لئے انہیں "عبدالمطلب" یعنی مطلب کا غلام کہا جانے لگا اور خود جناب عبدالمطلب نے اس لقب کو اتنا پسند کیا کہ ساری عمر اس نسبت پر فخر کرتے رہے اور کبھی اس امر کی خواہش نہیں کی کہ انہیں ان کے اصل نام سے پکارا جائے۔ یہ "مطلب" جو اپنے بھتیجے کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے تھے قریش کے مشہور سردار جناب ہاشمؑ بن عبدمناف کے بھائی اور خود بھی سردار مکہ تھے اور ان کے ساتھ اونٹ پر سوار حسین و جمیل نوجوان ان کا بھتیجا اور جناب ہاشم بن عبدمناف کا بیٹا تھا جسے ایک دن خود بھی مکہ کی سرداری کا شرف عطا ہونے والا تھا ----- نہ صرف سرداری کا شرف بلکہ ایک بہت بڑا شرف اور بھی ----- لیکن پہلے جناب ہاشمؑ کا تھوڑا سا ذکر۔

جناب ہاشمؑ کا شرف

جناب ہاشمؑ اپنی شرافت ذاتی' شرافت خاندانی' تدبر و فراست اور اپنی سخاوت و فیاضی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ وہ اپنے زمانے میں عرب کے سب سے بڑے تاجر اور سب سے بڑے رئیس تھے مگر وہ اپنی ذات کے لئے ہی دولت جمع کرنے کو شرف انسانیت کے خلاف سمجھتے تھے چنانچہ ایک سفر تجارت میں جب وہ شام گئے ہوئے تھے' انہیں اطلاع ملی کہ ان کے وطن (مکہ) میں سخت قحط پڑ گیا ہے اور لوگ جاں بلب ہو رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی انہوں نے آٹے کی (سیکڑوں) بوریاں خریدیں اور انہیں اونٹوں پر بار کرایا مکہ پہنچ کر روٹیاں پکوائیں' اونٹ ذبح کرائے' بڑی بڑی لگنوں (طشت) میں شوربا ڈالا گیا' پھر ان میں روٹیاں توڑ توڑ کر ڈالی گئیں اور جناب ہاشمؑ کی طرف سے اعلان کر دیا گیا کہ ----- آؤ اور کھاؤ۔ مکہ کے فاقہ زدہ لوگ کئی روز تک جناب ہاشمؑ کے وسیع دستر خوان سے پیٹ کی آگ بجھاتے اور بھوک کا مداوا کرتے رہے۔

عربی زبان میں "ہشم" ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں چونکہ جناب ہاشمؑ نے شوربے میں بھگونے کے لئے روٹیاں تڑوائی تھیں اس لئے وہ ہاشم کے لقب سے مشہور ہو گئے (۲) ورنہ ان کا اصل نام ہاشم نہیں عمرو تھا اپنی قوم بلکہ سارے عرب میں "عمرو العلا" کے نام سے مشہور تھے یعنی بڑی شان اور مرتبے والا عمرو۔ ایک بڑے مورخ نے ان کے لقب ہاشم کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہیں ہاشم اس لئے کہتے تھے کہ وہ مکہ کے لوگوں کو خوب کھانا کھلاتے تھے۔(۳)

حجاج کی میزبانی کی سعادت

جناب ہاشمؑ کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور بہت بڑے شرف سے نوازا تھا اور وہ شرف تھا حجاج کی میزبانی۔ اگرچہ وہ مکہ کے سب سے بڑے رئیس تھے مگر اس کے باوجود ان کے لئے بلکہ کسی بڑے سے بڑے رئیس کے لئے بھی یہ ممکن نہ تھا کہ حج پر آنے والے ہزارہا زائرین کی خوراک کا بوجھ ہر سال تنہا برداشت کر سکتا اس لئے جناب ہاشمؑ اپنی ذاتی دولت کے علاوہ قریش مکہ کو بھی عطیات دینے پر آمادہ کرتے اور پھر اپنی زیر نگرانی سارے حجاج کو جب تک وہ مکہ میں رہتے کھانا کھلانے کا انتظام کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بہت ثقہ مورخ نے لکھا ہے کہ جس شام ذی الحج کا چاند نظر آتا تھا اس کے دوسرے دن جناب ہاشمؑ قریش کو خانہ کعبہ میں جمع کرتے اور کعبہ کی دیوار سے پشت لگا کے نہایت اثر انگیز تقریر کرتے اور فرماتے کہ:۔

---

(۲) "السیرۃ النبویہ" ص ۱۳۶۔ ابن ہشام

(۳) "السیرۃ النبویہ" ص ۱۳۶۔ ابن ہشام

"اے قریش کے سردارو! تم اکابر عرب ہو، تمہاری شرافت، فضیلت اور عقل و فہم کا سارے عرب میں شہرہ ہے۔ تم اللہ کی مقدس عبادت گاہ کے پڑوسی اور اس کے محافظ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بنی اسماعیل میں سے صاحب شرف بنایا ہے۔ جو لوگ اللہ کے گھر کی زیارت اور اس کا طواف کرنے کی غرض سے آتے ہیں وہ دراصل اللہ کے مہمان ہوتے ہیں اور اللہ کے مہمانوں کی خدمت و تواضع کرنے کے اولین مستحق تم ہو اس لئے تم اللہ تعالیٰ کے مہمانوں اور اس کے گھر کے زائرین کی عزت کرو اور انہیں پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤ...... میں بھی اپنی حلال کی کمائی میں سے یہ (یعنی اتنی) رقم زائرین بیت اللہ کے لئے دیتا ہوں تم میں سے بھی جو چاہے اپنی پاک کمائی میں سے جس میں حرام کا شائبہ تک نہ ہو حجاج کی خدمت کے لئے کچھ نہ کچھ دے"۔

جنابِ ہاشمؓ کی اس تقریر کا خاطر خواہ اثر ہوتا اور لوگ اپنے اپنے عطیات "دارالندوہ" میں جا کر جناب ہاشمؓ کے پاس جمع کرا دیتے۔ (۴)

اس طرح اتنی بڑی رقم اکٹھی ہو جاتی کہ عرب کے طول و عرض سے آئے ہوئے ہزارہا زائرین جب تک مکہ میں رہتے ہر روز شکم سیر ہو کر کھانا کھاتے۔ یہ کتنا بڑا اعزاز تھا جو جناب ہاشمؓ کو نصیب ہوا۔

خاندانِ عبد مناف کی فضیلت

جناب ہاشمؓ نہ صرف اپنی قوم اور عرب میں صاحب قدر و منزلت تھے بلکہ فرماں روائے روم و شام شہنشاہ قیصر بھی ان کی عزت کرتا اور ان کے ساتھ تکریم سے پیش آتا تھا۔ ان کی سیاسی بصیرت اور تدبر و فراست کا اس سے بڑھ کر اور کیا

---

(۴) "السیرۃ الحلبیہ" مولفہ علامہ علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی۔ طبعتہ الاولیٰ مطبتہ الازہریہ مصر (۱۳۲۰ھ) جلد اول۔ ص ٦۔

ثبوت ہو گا کہ انہوں نے قیصر سے یہ فرمان حاصل کر لیا تھا کہ قریش کے اس سامان تجارت پر جو وہ مملکت شام میں لائیں گے کسی قسم کا کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا۔ (۵)

اس طرح جناب ہاشمؓ نے اپنی پرکشش شخصیت اور اپنے تدبر و فراست سے صرف اپنی ذات ہی کو نہیں بلکہ سارے مکہ کو فائدہ پہنچایا اور ایک بڑی رقم جو عرب قیصر روم کو دیا کرتے تھے اب خود ان کے کام آنے لگی اس طرح عربوں کی معاشی حالت پر اس کا بہت اچھا اثر پڑا۔

جناب ہاشمؓ جو مردانہ حسن و جمال میں بھی اپنی نظیر آپ تھے مکہ کے سب سے بڑے رئیس اور بے تاج بادشاہ جناب عبد منافؓ کے بیٹے تھے۔ جناب عبد مناف کا نام مغیرہ تھا۔ یہ اتنے وجیہہ اور خوبصورت تھے کہ عرب انہیں "قمر البطحا" کہتے تھے یعنی سنگلاخ زمین کا چاند۔ ان کے عہد میں ان سے بڑا سیر چشم اور فیاض دوسرا کوئی نہ تھا۔ جناب عبد منافؓ کی سخاوت و فیاضی کا چرچا عرب شعرا کی زبانوں پر بھی تھا چنانچہ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ایک راستے سے گذر رہے تھے کہ آپؐ نے ایک شخص کو کچھ اشعار پڑھتے سنا جن میں عبد الدار کی فضیلت کا ذکر تھا۔ حضورؐ اقدس نے ان اشعار کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو جناب ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا یہ شعر شاعر نے اس طرح کہے تھے۔

---

(۵) "الطبقات الکبریٰ" ابن سعد۔ جلد اول۔ ص ۷ مطبوعہ بیروت (لبنان)

یا ایھاالرجل المحول رحلہ الانزلت بآل عبدمناف
ھبلتک امک لو نزلت برحلھم منعوک من عدم و من اقراف
الخالطین غنیھم بفقیرھم حتی یعود فقیر ھم کالکافی(۲)

(ترجمہ) "اے وہ شخص جو اپنا گھربار چھوڑ کر جا رہا ہے تو آل عبدمناف کے پاس کیوں نہ جا اترا۔ تیری ماں تجھے کھو دے اگر تو ان (عبدمناف) کے گھروں میں جا اترتا تو وہ تیری مفلسی اور تنگ دستی کو دور کر دیتے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو ناداروں کو مالداروں کے ساتھ ملا کر فقیروں اور تنگ دست لوگوں کو آسودہ حال کر دیتے ہیں۔"

جناب ابوبکرؓ کی زبان سے عبدمناف کے خاندان والوں کی تعریف میں یہ اشعار سن کر حضورؐ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ میں نے بھی یہ اشعار اسی طرح سنے تھے۔ انہی شریف اور فیاض سردار مکہ (عبدمناف) کے بیٹے جناب ہاشمؒ تھے۔ ایک تجارتی قافلہ لے کر مکہ سے شام جا رہے تھے کہ مدینہ میں اپنے ایک دوست عمرو بن زید کے مہمان ہوئے یہ عمرو قبیلہ بنو عدی بن النجار کے ممتاز فرد تھے۔ انہی دنوں ان کی بیٹی سلمٰی بنت عمرو بن زید کی شادی کا مرحلہ درپیش تھا۔ جناب ہاشمؒ نے اپنے لئے پیغام دیا، عمرو نے قبول کر لیا، شادی ہو گئی اور سفر تجارت سے فارغ ہو کر جناب ہاشمؒ اپنی نئی بیوی کو لے کر مکہ چلے آئے۔ قبیلہ بنو نجار کا دستور تھا کہ جب بچے کی ولادت کے ایام قریب آتے تو شوہر بیوی کو سسرال میں چھوڑ آتا۔ چنانچہ جناب ہاشمؒ کے ہاں جب بچے کی ولادت کا وقت قریب آیا تو وہ اپنی بیوی سلمٰی بنت عمرو کو لے کر مدینہ آئے اور انہیں ان کے میکے میں چھوڑ کر خود اپنے تجارتی سفر پر شام روانہ ہو گئے ابھی فلسطین کے مقام غزہ پہنچے تھے کہ جناب ہاشم

---

(۲) "السیرۃ حلبیہ" جلد اول۔ ص ۶۔ (ایڈیشن ۱۳۵۱ھ) مطبوعہ مطبعۃ الازھریہ مصر۔

اچانک بیمار ہوئے اور قریباً ۴۹۷ء میں وہیں انتقال فرمایا۔

شیبہ سے عبدالمطلبؓ تک

ادھر جناب ہاشمؓ کا انتقال ہوا اور ادھر ان کی بیوی سلمٰی بنت عمرو نے بیٹے کو جنم دیا۔ یہ وہی بیٹا ہے جو آگے چل کر عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوا اور مکہ کا سردار کہلایا۔ عبدالمطلب قریباً ۴۹۷ء میں پیدا ہوئے ان کا اصل نام عامر تھا' کنیت ابوحارث اور لقب شیبہ تھا۔ اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان کے سر میں پیدائشی طور پر چند سفید بال تھے۔ عربی میں شیب بڑھاپے کو کہتے ہیں (جب انسان کے بال سفید ہو جاتے ہیں) اس لئے جناب عبدالمطلب کو شیبہ کے لقب سے بھی یاد کیا جانے لگا پھر "شیبتہ الحمد" کہا جانے لگا یعنی ایسا شیبہ جو قابل تعریف ہو۔ لیکن شیبہ ہو یا شیبتہ الحمد' عامر ہو یا ابوحارث یہ سارے نام تاریخ کے صفحات ہی تک محدود رہے ان کی شہرت ان کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی "عبدالمطلب" ہی کے نام سے ہوئی۔

جناب عبدؑالمطلب جب نوجوانی کی منزل میں داخل ہوئے اور ایک شخص نے آپؐ کے چچا جناب "مُطَّلِب" بن عبدمناف سے آپؐ کے شوق تیراندازی اور غیر معمولی مردانہ حُسن و جمال کی تعریف کی تو جناب مُطَّلِب کی محبت نے اپنے یتیم بھتیجے کے لئے جوش مارا' اونٹ پر سوار ہوئے اور مدینہ روانہ ہو گئے۔ مدینہ پہنچ کر اپنی بھاوج سلمٰی بنت عمرو کو پیغام بھیجا کہ بھتیجے کو لینے آیا ہوں اسے میرے ساتھ بھیج دو۔ سلمٰی نے انکار کیا مگر مُطَّلِب اڑ گئے اور بھاوج سے کہا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک تم میرے بھتیجے کو میرے ساتھ نہیں بھیجو گی' ہمیں اپنی قوم میں نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے' ہم صاحب مرتبہ و اعزاز لوگ ہیں' اپنے قبیلے بلکہ سارے شہر کے انتظام و

انصرام کے ہم ہی ذمہ دار ہیں' یہ ہمارا بیٹا اپنے وطن کی بجائے اس شہر میں مسافرانہ زندگی گذار رہا ہے' اسے اس کے شہر اور قبیلے میں ہونا چاہئے اور یہی اس کے لئے مناسب ہے۔(۷)

یتیمی سے سرداری تک

آخر جناب مُطَّلِب کے مطالبے میں شدت دیکھ کر ان کی بھاوج نے اپنے بیٹے کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس طرح جناب عبدالمطلبؒ اپنے چچا کے ہمراہ مکہ آ گئے۔ بلاشبہ جناب مُطَّلِب نے اپنے بھتیجے عامر بن ہاشم (عبدالمطلب) کو اپنی اولاد کی طرح رکھا' ان کی پرورش اور تربیت اس طرح کی کہ اگر جناب ہاشمؒ زندہ ہوتے تو وہ بھی ان پر اس سے زیادہ توجہ نہیں دے سکتے تھے۔

جناب مُطَّلِب کے انتقال کے بعد جناب عبدالمطلبؒ بن ہاشم اپنے قبیلے کے سردار مقرر ہوئے۔ انہوں نے اس شان اور کروفر سے سرداری کی کہ لوگوں کو ان کے اجداد کی فیاضی' شرافت اور نیکوکاری یاد آ گئی۔ نہ صرف قبیلہ بنوہاشم بلکہ سارا مکہ ان کی عزت و تکریم کرتا تھا۔ وہ اپنے دور کے سب سے بڑے تاجر تھے' ان کے تجارتی قافلے ایک طرف شام اور دوسری طرف یمن کو جاتے تھے اور دونوں ممالک کے اکابر سے ان کے برابری کے تعلقات تھے۔ ان کی قدرومنزلت میں اس وقت غیر معمولی اضافہ ہوا جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بہت بڑے اعزاز اور سعادت سے نوازا جس میں قیامت تک کوئی ان کا ہمسر نہ ہو سکے گا جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ باب میں پیش کی جائے گی۔

یہ تھے وہ عبدالمطلبؒ جن کے صلب سے وہ فرزند گرامی پیدا ہونے والا تھا جسے سیدہ آمنہؑ کا رفیق حیات منتخب ہونا تھا۔

---

(۷) "السیرۃ النبویہ"۔ ص ۱۳۷- ابن ہشام

عبدالمطلبؒ کا خواب

مکہ کے حاکم بنو جرہم جب اپنے حریف سے شکست کھا کر بھاگے تو فرار ہوتے وقت چاہ زمزم کو غلاف کعبہ اور حجر اسود سے پر کرکے اور اوپر سے مٹی ڈال کر بند کر گئے۔ مکہ میں کئی کنویں اور بھی تھے پس لوگ ان کا پانی کام میں لاتے رہے اس لئے کسی کو چاہ زمزم کے بند ہونے سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی' رفتہ رفتہ اس مقدس چشمے کا خیال بھی لوگوں کے ذہن سے محو ہو گیا اور چند نسلوں کے بعد کسی کو یاد بھی نہ رہا کہ اس نام کا چشمہ کہاں واقع تھا مگر جو چشمہ خدا کے ایک مقدس نبی اور اس کی مقدس ماں کے لئے الٰہی نشان کے طور پر ظاہر ہوا تھا وہ معدوم کیونکر ہو سکتا تھا' اسے تو قیامت تک کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ آخر وہ وقت آ گیا جب یہ گم شدہ چشمہ دوبارہ دریافت ہونے والا تھا۔

جناب عبدالمطلبؒ کو بشارت

ایک روز کا ذکر ہے کہ جناب عبدالمطلبؒ بن ہاشم نے خواب دیکھا کہ ایک شخص ان سے کہتا ہے کہ "طیبہ" کو کھودو۔ جناب عبدالمطلبؒ نے اس سے پوچھا کہ طیبہ کیا ہے؟ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوسرے دن انہوں نے پھر خواب دیکھا۔

دیکھا کہ وہی شخص کہتا ہے کہ "مضنونہ" کو کھودو۔ جناب عبد المطلب نے پوچھا کہ "مضنونہ" کیا ہے؟ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسرے دن جناب عبد المطلب نے پھر خواب دیکھا کہ وہی شخص کہتا ہے "زمزم" کو کھودو اور زمزم ایک ایسا چشمہ ہے جس کا پانی کبھی کم نہ ہو گا۔ (۱)

حضرت عبد المطلبؓ نے جب مسلسل تین دن تک خواب دیکھا اور آخری دن انہیں چشمے کا اصل نام بھی بتا دیا گیا تو انہوں نے اس کا ذکر قریش کے دوسرے سرداروں سے کیا۔ ان سرداروں نے جناب عبد المطلبؓ کا خواب سن کر پوچھا کہ کیا آپ کو وہ جگہ بھی دکھائی گئی جہاں یہ چشمہ واقع ہے۔ جناب عبد المطلبؓ نے جواب دیا کہ مجھے جگہ تو نہیں دکھائی گئی۔ اس پر سرداران قریش نے کہا کہ آپ انتظار کریں اگر یہ خواب خدا کی طرف سے ہے تو پھر دکھائی دے گا اور آپ کو اس چشمے کی جگہ ضرور بتا دی جائے گی لیکن اگر یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے تو پھر آپ کو کبھی نہیں دکھائی دے گا۔ اگلی شب جناب عبد المطلبؓ جب سونے کو لیٹے تو انہوں نے خواب میں ایک آواز سنی کہ اے عبد المطلبؓ جاؤ اور زمزم کو کھودو۔ تمہیں اس کے کھودنے میں کوئی دشواری نہیں ہو گی' زمزم تمہارے جد بزرگوار کی میراث ہے اور تم اس کا پانی حجاج کو پلایا کرو گے۔

چشمہ ء زمزم کی نشاندہی

جناب عبد المطلبؓ نے آواز دینے والے سے پوچھا کہ وہ کونسی جگہ ہے

---

(۱) "السیرۃ النبویہ" جلد اول۔ ص ۱۴۳۔ ابن ہشام

جہاں کھودنے سے چشمہ ء زمزم نکل آئے گا۔ جواب ملا کہ دونوں بتوں کے درمیان جا کر کھودو۔ اس جگہ کی پہچان یہ ہے کہ وہاں کچھ سوراخ ہوں گے جن میں چیونٹیاں داخل ہو رہی ہوں گی اور کل جب تم وہاں پہنچو گے تو قریب ہی ایک کوا زمین پر چونچ مار رہا ہو گا۔

صبح کو جب حضرت عبدالمطلبؓ بیدار ہوئے تو ضروریات سے فارغ ہو کر کدال اٹھائی، اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لیا اور دونوں بتوں کے درمیان آئے جو کعبہ کے میدان میں نصب تھے۔ یہ بت "اساف" اور "نائلہ" تھے جن کی قریش مکہ پرستش کیا کرتے تھے۔ جناب عبدالمطلب نے زمین پر نگاہ ڈالی تو ایک جگہ چیونٹیوں کے چند سوراخ نظر آئے پھر دیکھا کہ قریب ہی ایک کوا زمین پر ٹھونگے مار رہا تھا۔ جناب عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حارث کو کدال دی اور کہا کہ اس مقام پر کھدائی کرو۔ اتنی دیر میں سرداران قریش آ پہنچے اور انہوں نے حارث کو کھدائی کرنے سے روک دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہاں ہم بتوں پر چڑھاوے کے جانور ذبح کرتے ہیں اس لئے ہم یہاں کھدائی نہیں کرنے دیں گے۔ یہ سن کر جناب عبدالمطلب آگے بڑھے اور بیٹے کے ہاتھ سے کدال لے کر یہ کہتے ہوئے زمین کھودنا شروع کر دی کہ دیکھتا ہوں کون مجھے روکتا ہے۔ میں اس خدمت سے کیسے باز رہ سکتا ہوں جس کا مجھے آسمان سے حکم دیا گیا ہے۔

دوسری روایت اس سے مختلف ہے جو اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ جب سرداران قریش نے حضرت عبدالمطلبؓ کو چشمہ ء زمزم کی بازیابی کے لئے کھدائی کرتے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ اے سردار! اس خدمت میں حصہ لینے کا ہمیں بھی موقع دیجئے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر چشمہ ء زمزم کو ڈھونڈنے کے لئے کھدائی کریں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی اولاد بھی کم ہے یعنی آپ دو

آدمی یہ کام نہیں کر سکتے۔ اس پر حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا کہ جس کام کا خدا نے مجھے حکم دیا ہے اس میں دوسروں کو کیسے شریک کر سکتا ہوں۔

چشمہ ء زمزم کی بازیابی

جناب عبدالمطلبؓ کا جوش و جذبہ دیکھ کر سرداران قریش نے ان کے ارادے میں مزاحم ہونے کا خیال ترک کر دیا کیونکہ وہ سمجھ گئے کہ یہ اپنے ارادے سے باز نہیں آئیں گے۔ جناب عبدالمطلبؓ کدال پر کدال چلا رہے تھے کہ یکایک پانی کا سوتا پھوٹ پڑا یہ دیکھ کر جناب عبدالمطلبؓ کے منہ سے بے ساختہ "اللہ اکبر" کے الفاظ نکل گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ ان کا خواب شیطانی نہیں بلکہ رحمانی تھا۔ جب چشمے کا منہ مزید کھولا تو اس میں سے غلاف کعبہ' اور حجراسود کے علاوہ سونے کے دو بت' بہت سی زرہیں اور تلواریں بھی بر آمد ہوئیں جو مکہ کے شکست خوردہ حکمراں (بنو جرہم) بھاگتے وقت چشمہ زمزم میں ڈال کر مٹی سے اس کا منہ بند کر گئے تھے (تاکہ حالات ان کے موافق ہونے پر واپس مکہ آکر یہ چیزیں نکال لیں) جب سرداران قریش کی نظر ان قیمتی اشیاء پر پڑی تو عبدالمطلبؓ سے کہنے لگے کہ اے سردار! اس میں ہمارا بھی تو حصہ ہے۔ سردار عبدالمطلبؓ نے جواب دیا کہ نہیں' اس میں ہرگز تمہارا کوئی حصہ نہیں۔

جناب عبدالمطلبؓ کا شرف

معلوم نہیں جناب عبدالمطلبؓ کو کیا خیال آیا کہ سرداران قریش کو مخاطب کر کے بولے کہ اچھا میں ایسا کرتا ہوں کہ دو پیالے کعبہ کی جانب سے رکھتا ہوں' دو اپنی جانب سے اور دو تمہاری جانب سے۔ اس کے بعد میں ان پر قرعہ ڈالوں گا

س کا نام نکل آئے گا یہ مال و منال اس کو مل جائے گا چنانچہ انہوں نے زرد
نگ کے دو پیالے کعبہ کی جانب سے' دو سیاہ پیالے اپنی طرف سے اور دو سفید
یالے قریش کی طرف سے رکھ دیئے اس کے بعد قرعہ اندازی ہوئی۔ سونے کے
ؤں پر تو خانہ کعبہ کا قرعہ نکلا اور جناب عبدالمطلب نے بتوں کو تڑوا کر ان کا سونا
انہ کعبہ کے دروازے پر لگوا دیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ کعبہ کے دروازے پر
ب سے پہلے سونا جناب عبدالمطلب نے لگوایا۔ اس کے بعد دوسرا شرف جو
ضرت عبدالمطلب کو حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ حجاج کو پانی پلانے کی سعادت ان کے
صے میں آئی اور یہ شرف حضرت عبدالمطلبؓ کو زندگی کے آخری لمحے تک
اصل رہا۔ (۲)

دوسری روایت کے مطابق حجاج کو کھانا کھلانے کی سعادت بھی انہی کے حصے
میں آئی۔ جناب عبدالمطلبؓ کی دیگر خدمات سے قطع نظر چشمہ ء زمزم کی
دریافت ان کا وہ کارنامہ ہے جس کی بدولت قریباً ڈیڑھ ہزار سال گذر جانے کے
باوجود ساری دنیا کے مسلمان اس مقدس پانی (آب زمزم) سے برکتیں حاصل کر
رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ایک نشان عظیم جو معدوم ہو چکا تھا جناب عبدالمطلبؓ
کے ہاتھ پر دوبارہ ظاہر ہوا لیکن مکہ کے اس خوش قسمت سردار کی یہ پہلی
سعادت نہیں تھی بلکہ ایک اور بہت بڑی سعادت بھی اس کے حصے میں آنے
والی تھی۔ عجیب بات یہ ہے کہ اس سعادت کا تعلق بھی ایک خواب ہی سے تھا
جس کی تفصیل آئندہ باب میں:

---

(۲) "السیرۃ النبویہ" جلد اول۔ ص ۱۴۵' ۱۴۰۔ ابن ہشام

نور کا درخت

سارا مکہ نیند کی آغوش میں تھا مگر سردار عبدالمطلبؓ کی باطنی آنکھ بیدار
ں- انہوں نے دیکھا کہ سامنے ایک درخت کھڑا ہے جس کی چوٹی آسمان سے
ں کر رہی ہے' اس کی شاخیں ایک طرف مشرق کے انتہائی کناروں کو اور
سری طرف مغرب کے آخری کناروں کو چھو رہی ہیں- اس درخت میں سے
نور پھوٹ رہا ہے کہ اس سے پہلے کبھی مشاہدے میں نہیں آیا' اس نور کا یہ
ل تھا کہ آفتاب کا نور اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا تھا بلکہ یہ نور
تاب کے نور سے ستر گنا زیادہ تھا- جناب عبدالمطلبؓ بیان کرتے ہیں میں نے
کھا کہ عرب و عجم اس کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں- وہ درخت اپنی
لمت' بلندی اور نور میں لحہ بہ لحہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے- پھر میں نے دیکھا کہ
ک لمحے کے لئے وہ درخت نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور دوسرے لمحے پھر
ہر ہو جاتا ہے-

بے مثال جوان

جناب عبدالمطلبؓ بیان کرتے ہیں' پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ قریش کا ایک
روہ اس درخت کی شاخوں سے لٹکا ہوا ہے اور قریش کا ایک اور گروہ اس

درخت کو کاٹنے کے لئے اس کی طرف بڑھتا ہے۔ جیسے ہی قریش کا یہ دوسرا گروہ اس درخت کے قریب آیا تو ایک نہایت وجیہہ جوان رعنا نے اس گروہ کو پکڑ لیا۔ یہ جوان اتنا خوبصورت تھا کہ ایسا دلکش چہرہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے جسم سے عجیب خوشبو نکل رہی تھی۔ یہ خوبرو اور وجیہہ نوجوان قریش کے اس دوسرے گروہ کی پیٹھوں پر شدید ضربیں لگا لگا کر ان کی ہڈیاں توڑ رہا تھا اور ان کی آنکھیں نکال رہا تھا۔

جناب عبدالمطلبؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ اس درخت میں سے کچھ حاصل کر لوں لیکن مجھے اس میں سے کچھ نہیں مل سکا تب میں نے کسی سے پوچھا کہ اس درخت میں سے کس کا حصہ ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ اس میں سے صرف ان لوگوں کا حصہ ہے جو اسے پکڑے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ لٹک رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اے عبدالمطلب! تم سے پہلے اس درخت کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت میں سخت خوفزدہ اور مضطرب تھا۔

جناب عبدالمطلبؒ کے خواب کی تعبیر

جناب عبدالمطلبؒ نے بیدار ہونے کے بعد اپنا یہ خواب قریش کی ایک بزرگ خاتون کو سنایا جو خوابوں کی تعبیر دیا کرتی تھی۔ عبدالمطلبؒ کا خواب سن کر اس خاتون کے چہرے کا رنگ بدل گیا پھر اس نے خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے جناب عبدالمطلبؒ سے کہا کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو آپ کے صلب سے ایک ایسا شخص ضرور پیدا ہو گا جس کا مشرق سے مغرب تک تسلط ہو گا اور ایک دنیا اس کی اطاعت و فرماں برداری کرے گی۔

جناب عبدالمطلبؓ اپنے فرزند ابوطالب (کی الوالعزمی' شجاعت و مردانگی اور نیکی و سخاوت کی صفات کو دیکھ کر ان) سے کہا کرتے تھے کہ میرے صلب سے پیدا ہونے والا شاید تو ہی وہ مرد ہو جسے میں نے اس درخت کی شکل میں دیکھا ہے جس کا مشرق سے مغرب تک تسلط تھا۔(ا)

جنابِ عبدالمطلبؓ نے اس خواب کی تعبیر اپنے ذوق کے مطابق کی تھی کہ ان کے صلب سے پیدا ہونے والا مردِ رشید شاید جناب ابوطالب ہوں لیکن اس مردِ مقدس کو تو سیدہ آمنہؑ کے بطن مبارک سے پیدا ہونا تھا جنہیں حضرت عبدالمطلبؓ کے سب سے چھوٹے فرزند جناب عبداللہؓ کی زوجیت میں آنا تھا۔

اب ہم حضرت عبدالمطلبؓ کے خواب کی حقیقت کی طرف آتے ہیں۔

جنابِ عبدالمطلبؓ بلاشبہ اس دور کی ایک بزرگ شخصیت تھے جن کا سب سے بڑا اعزاز یہ تھا کہ انہوں نے صدیوں سے گم شدہ چشمہ زمزم دریافت کیا تھا اس لئے ایسی بزرگ شخصیت کا خواب جھوٹا نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ ان کا یہ خواب لفظ بہ لفظ پورا ہوا اور آج سارا عالم اس کی سچائی پر گواہ ہے۔

نورانی درخت کی حقیقت

جناب عبدالمطلبؓ نے رویا میں جو عظیم نورانی درخت دیکھا تھا وہ درخت دراصل اسلام کا شجرِ بے خزاں ہے۔ اس درخت کی شاخوں کا ایک طرف مشرق اور دوسری طرف مغرب کے آخری کناروں تک پہنچ جانا اس حقیقت کی طرف

(ا) "خصائص الکبریٰ"۔ مولفہ الشیخ الامام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعیؒ۔ ص ۳۹۔ الطبعتہ الاولیٰ۔ دائرۃ المعارف۔ حیدر آباد دکن۔ (۱۳۱۹ھ)

اشارہ تھا کہ اسلام کی اشاعت اس وسیع پیمانے پر ہوگی کہ دنیا کی کوئی قوم اس کی فیض رسانی سے محروم نہ رہے گی۔ اس درخت کی چوٹی کا آسمان تک بلند ہونا بھی ایک لطیف استعارہ تھا اور ہمارے ذوق کے مطابق اس سے بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مراتبِ عالیہ کی بلندی مراد تھی جس کا ذکر قرآن شریف میں اس طرح کیا گیا ہے:۔

ورفعنالک ذکرک

یعنی ہم نے تیرے ذکر کو بلند کیا۔ گویا زمین سے آسمان تک تیرا ذکر ہوتا رہے گا۔ زمین پر کروڑوں' اربوں انسان اور آسمان پر ان گنت ملائکہ تجھ پر درود و سلام بھیجتے رہیں گے۔

جناب عبدالمطلبؓ نے دیکھا تھا کہ اس مبارک اور نورانی درخت کو قریش کے ایک گروہ نے پکڑ رکھا ہے اور وہ اس کی شاخوں سے لٹکے ہوئے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو رسولؐ اقدس پر ایمان لے آئے تھے اور اس ایمان پر آخر تک ثابت قدم رہے۔ قریش کا دوسرا گروہ اس مبارک درخت کو کاٹنا چاہتا تھا یہ وہ لوگ تھے جو شجر اسلام کی جڑ پر تبر چلا کر اسلام کو (نعوذ باللہ) نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے۔ وہ جوان رعنا جو اپنے ظاہری و باطنی حسن و جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا سیدہ آمنہؑ کے فرزند گرامی تھے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جن کی ضرباتِ شدیدہ نے مشرکین مکہ کی کمر کے منکے تک توڑ کر رکھ دئے اور انہیں ہمیشہ کے لئے خائب و خاسر کر دیا۔

پھر جناب عبدالمطلبؓ نے دیکھا کہ وہ درخت اتنا نورانی ہے کہ آفتاب کا نور اس کے سامنے ماند تھا اور اس کا نور آفتاب کے نور سے ستر گنا زیادہ تھا تو اس میں کیا شک ہے کہ اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سورج کے نور سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔ آفتاب تو غروب بھی ہو جاتا ہے اور اس کے نور

سے دنیا کا ایک حصہ محروم بھی ہو جاتا ہے مگر حضرت محمد مصطفیؐ کا نور کبھی غروب نہیں ہوتا اور دنیا کے ہر حصے میں حضورؐ کے نام لیوا اپنے وجود سے اس نور کی موجودگی کا ثبوت دیتے رہتے ہیں۔ ہر دور میں ایسے مقدس وجود پیدا ہوتے رہتے ہیں جو نور اسلام کے سامنے آجانے والی دھند اور تاریکی کے پردے چاک کر کے اس نور کو نمایاں کرتے رہتے ہیں۔ یہ شرف اسلام کے سوائے اور کسی مذہب کو حاصل نہیں جس میں اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے والے اور اس کے تخاطب سے مشرف ہونے والے قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے اور اسلام کے نور کو قائم و دائم رکھیں گے۔

خوشبو کی تعبیر

پھر جناب عبدالمطلبؓ نے دیکھا کہ اس جوانؐ رعنا کے جسم سے عجیب خوشبو آرہی ہے، ایسی خوشبو کہ اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں کی گئی۔ یہ خوشبو فرزندِ آمنہؑ (رسولؐ اقدس) پر نازل ہونے والا وہ مقدس کلام الٰہی ہے جس نے اس پر ایمان لانے والوں کے انفاس کو معطر کر دیا اور ایک غلیظ معاشرے میں پرورش پانے والے اور اس گندی فضا میں سانس لینے والے نہ صرف خود معطر ہو گئے بلکہ جو ان کے قریب سے ہو کر گذر گیا یہ روحانی خوشبو اس کے وجود میں بھی بس گئی اور اس نے اپنی اطراف کو بھی معطر کر دیا۔ یہ خوشبو ہر طرف پھیل گئی اور قیامت تک پھیلتی اور ایک عالم کو معطر کرتی رہے گی۔

پھر جناب عبدالمطلبؓ نے دیکھا کہ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اس شجرِ عظیم کو پکڑنا چاہا تاکہ اس میں سے وہ بھی کچھ حاصل کر لیں مگر ان کا ہاتھ اس درخت تک نہیں پہنچ سکا۔ یہ حصہ ٔ خواب میں بھی ہو بہو پورا ہو گیا اور جناب عبدالمطلبؓ اس درخت کے بار آور ہونے یعنی ظہور اسلام سے قبل ہی قریباً سو سال کی عمر میں وفات

پا گئے۔

پھر جناب عبدالمطلبؒ نے خیال کیا کہ قریش کی بزرگ خاتون کی دی ہوئی تعبیر کی رو سے ان کے صلب سے پیدا ہونے والا فرزند شاید ان کا بیٹا ابوطالب ہو۔ ان کا یہ خیال بھی اس حد تک درست ثابت ہوا کہ جناب ابوطالب نے اس درخت کی آبیاری کرنے والے مقدس وجودؐ کی حفاظت کی خاطر اپنی جان، مال اور عزت و آبرو سب کچھ قربان کر دیا مگر حضرت محمد مصطفیٰؐ کی سرپرستی سے دست برداری گوارا نہ کی بلکہ آپؐ کے ساتھ ایک گھاٹی میں محصور ہو کر مسلسل تین سال تک بھوک پیاس کی صعوبتیں اور ذہنی اذیتیں برداشت کرتے رہے۔ جب قریش نے ان سے کہا کہ یا تو محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی سرپرستی سے دست بردار ہو جاؤ یا مکہ کی سرداری سے معزولی کے لئے تیار ہو جاؤ تو جناب ابوطالب نے مکہ کی سرداری قربان کر دی مگر سیدہ آمنہؑ کے مقدس بیٹے محمد مصطفیٰؐ کی سرپرستی قربان نہ کی۔

امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ جب رسولؐ اقدس کا ظہور ہوا تو جناب ابوطالب کہا کرتے تھے کہ میرے باپ (حضرت عبدالمطلبؒ) نے رویا میں جو مقدس درخت دیکھا تھا خدا کی قسم وہ درخت محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہیں۔ (۲) اس طرح گویا جناب ابوطالب نے ایک رنگ میں رسول اقدسؐ کی تصدیق کر دی۔

---

(۲) "خصائص الکبریٰ" مولفہ امام جلال الدین عبدالرحمٰن ابی بکر السیوطیؒ۔ جلد اول۔ ص ۹۹۔ مرتبہ الدکتور محمد خلیل ھراس۔ بطبعتہ المدنی (رمضان ۱۳۸۶ھ)

ایک نشان سیدہ آمنہؓ کے لئے

وہ وقت اب قریب آ رہا تھا جب حضرت عبدالمطلبؓ کے خواب کو حقیقت میں تبدیل ہونا تھا' دوسرے الفاظ میں اس مرد خوش خصال و خوش جمال کی حفاظت کے لئے فضا تیار ہو رہی تھی جسے سیدہ آمنہؓ کے سر کا تاج بننا تھا یعنی حضرت عبداللہؓ۔

مورخ ابن اسحاقؒ بیان کرتے ہیں کہ جناب عبدالمطلبؓ نے نذر مانی تھی کہ اگر انہوں نے چشمہء زمزم دریافت کر لیا تو وہ بطور شکرانہ اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹا خانہ کعبہ کے پاس (اللہ تعالیٰ کے لئے) قربان کر دیں گے۔ شاید یہ سنت ابراہیمی کی پیروی کا جذبہ تھا۔ دوسرا بڑا مورخ کہتا ہے کہ جناب عبدالمطلبؓ کی نذریوں تھی کہ اگر انہوں نے چشمہ زمزم دریافت کر لیا اور ان کے ہاں دس بیٹے پیدا ہو گئے اور دسوں جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو ان میں سے ایک کو کعبتہ اللہ کے پاس لے جا کر اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کر دیں گے۔(۱)

مورخ ابن سعد نے جناب عبدالمطلبؓ کی نذر کا پس منظر بیان کرتے ہوئے

---

(۱)"البدایہ والنہایہ" مولفہ ابوالفدا الحافظ ابن کثیر۔الجز الثانی۔ص ۸۲۴ الطبعتہ الاولیٰ۔مکتبہ المعارف۔بیروت(۱۹۶۶)

نہایت معقول بات کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلبؓ نے چشمہ زمزم دریافت کرنے کی غرض سے اپنی کوشش کا آغاز کیا تو انہوں نے محسوس فرمایا کہ ان کے پاس ایسے یا اتنے افراد نہیں ہیں جو اس مقدس کام میں ان کی اعانت کریں سوائے ان کے ایک بیٹے کے۔ اس لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں دس بیٹے پیدا ہو گئے اور وہ سب جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو ان میں سے ایک بیٹا وہ خدا کی راہ میں قربان کر دیں گے۔

نذر کا حقیقی پس منظر

یہ رائے تو مورخ ابن سعد کی ہے لیکن ہمارا خیال اس سے مختلف ہے۔ جب قریش مکہ نے حضرت عبدالمطلبؓ سے کہا تھا کہ اس نیک کام یعنی چشمہ ء زمزم کی دریافت میں ہمیں بھی حصہ لینے کا موقع دیجئے اور ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے پاس سوائے اس ایک بیٹے کے اور کون ہے جبکہ ہم بڑے کنبوں اور اولادوں والے ہیں تو حضرت عبدالمطلبؓ کے دل پر چوٹ لگی تھی اور ایک روایت بھی ملتی ہے جس کی رو سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں فریاد کی تھی کہ یا اللہ! قریش مجھے کم اولادی کا طعنہ دیتے ہیں پس یہ وجہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ نذر مانی تھی کہ اگر تو نے مجھے دس بیٹے عطا فرما دیئے اور وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو ان میں سے ایک بیٹا میں تیرے لئے قربان کر دوں گا۔

فرزندانِ عبدالمطلبؓ کی سعادتمندی

مورخ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلبؓ کے ہاں دس بیٹے پیدا ہو گئے اور وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو انہیں اپنی نذر پوری کرنے کا خیال آیا چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے اپنی نذر کا ذکر کیا۔ شاید جناب عبدالمطلبؓ کا خیال ہو کہ معلوم نہیں ان کے بیٹے ان کی نذر کا حال سن کر اسے پورا کرنے کے

لئے تیار ہوں گے یا نہیں، مگر ان کے دسوں بیٹوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ابا جان! ہم حاضر ہیں آپ جس طرح مناسب سمجھیں کریں۔

جناب عبدالمطلبؓ نے بیٹوں کو تیار پاکر فرمایا کہ تم سب ایک ایک تیر لے کر اس پر اپنا اپنا نام لکھو (یا لکھواؤ) اور پھر یہ سارے تیر میرے پاس لے آؤ تاکہ قرعہ ڈالا جا سکے۔ اس کے بعد جناب عبدالمطلب دسوں بیٹوں کو لے کر خانہ کعبہ پہنچے اور قرعہ انداز کو تیر دے کر کہا کہ وہ ان کے بیٹوں پر قرعہ ڈالے۔ قرعہ انداز قرعہ ڈالنے میں مصروف ہو گیا اور جناب عبدالمطلب خانہ کعبہ کے اندر کھڑے ہو کر اپنے رب کریم کے حضور عاجزانہ دعا میں منہمک ہو گئے۔ مورخ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ قرعہ اندازی کے بعد جناب عبدالمطلبؓ کے جس بیٹے کا نام قربانی کے لئے نکلا وہ ان کے سب سے چھوٹے فرزند جناب عبداللہؓ تھے، سید عبداللہؓ؟ ----- سیدہ آمنہؑ کا سہاگ۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالمطلبؓ نے جناب عبداللہؓ کا ہاتھ پکڑا، دوسرے ہاتھ میں چھری لی اور بیٹے کو خانہ کعبہ کے سامنے والے میدان میں لے چلے جہاں مکہ کے لوگ قربانیاں کیا کرتے تھے۔ جب سرداران قریش کو معلوم ہوا کہ جناب عبدالمطلبؓ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے جا رہے ہیں تو وہ ان کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے کہ اے سردار آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔

اکابر قریش کی مزاحمت

جناب عبدالمطلبؓ نے جواب دیا کہ میں اپنی نذر پوری کرنے جا رہا ہوں۔ سرداران قریش بولے کہ ہم آپ کو ہرگز ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اگر آپ نے یہ روایت ڈال دی تو دوسرے لوگ بھی اپنے بیٹوں کو ذبح کرنا شروع کر دیں گے اس طرح تو عربوں کی بقائے نسل ہی خطرے میں پڑ جائے گی۔ جب حضرت

عبداللہؓ کی بہنوں کو اپنے والد کے اس ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے سخت آہ و فغاں شروع کر دی۔ اسی طرح جناب عبداللہؓ کے ماموں مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم نے بھی حضرت عبدالمطلبؓ کے اس ارادے کی سختی سے مخالفت کی اور کہا کہ اے سردار! ہم آپ کو ہرگز یہ کام نہیں کرنے دیں گے آپ اس کی بجائے عبداللہ کا فدیہ دیدیں۔ اس کے فدیہ پر جتنا بھی مال خرچ ہو گا وہ ہم برداشت کریں گے (۲)

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ فدیہ (دیت) کی رقم کتنی ہو اور اس کے تعین کا طریقہ ء کار کیا ہو۔ اس کا حل یہ تجویز کیا گیا کہ پہلے دس اونٹوں کا قرعہ ڈالا جائے۔ اگر قرعہ اندازی کے نتیجے میں قرعہ اونٹوں کے نام نکل آئے تو یہ دس اونٹ ذبح کر دیئے جائیں اور عبداللہ کی جان بخشی کر دی جائے لیکن اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو دوبارہ قرعہ اندازی کی جائے اور اونٹوں کی تعداد میں دس کا اور اضافہ کر دیا جائے۔ یہ عمل اسی طرح جاری رہے یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ جائے۔ (۳)

علامہ ابن کثیرؒ غالباً یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قرعہ اندازی اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام نہ نکل آئے۔

اس کے بعد اکابر قریش جناب عبدالمطلبؓ اور ان کے بیٹوں کو لے کر خانہ کعبہ گئے اور قرعہ اندازی شروع ہوئی۔ پہلی بار دس اونٹوں کا قرعہ ڈالا گیا اور اس کے ساتھ جناب عبداللہؓ کے نام کا بھی۔ یہ قرعہ اونٹوں کی بجائے جناب عبداللہؓ کے نام نکلا۔ پھر بیس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا۔ اس بار پھر قرعہ جناب عبداللہؓ کے نام نکلا۔ پھر دس اونٹوں کی تعداد اور بڑھا دی گئی مگر ہر بار قرعہ جناب عبداللہؓ ہی کے نام نکلتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ تعداد سو اونٹوں تک پہنچ گئی۔ اب کی بار قرعہ جناب عبداللہؓ کی بجائے اونٹوں کے نام نکلا اور سرداران قریش کے چہرے خوشی سے

---

(۲) "السیرۃ النبویہ" لابن ہشام۔ ص ۱۵۳

(۳) البدایہ والنہایہ۔ ص ۲۴۸ (علامہ ابن کثیرؒ)

کھل اٹھے' سب بے ساختہ پکار اٹھے کہ ہمارا رب ہمارے فدیہ سے راضی ہو گیا۔ (۴)

کوئی اور شخص ہوتا تو قرعہ اندازی کا یہ نتیجہ دیکھ کر نعرۂ مسرت بلند کرتا کہ چلو جان چھوٹی۔ مگر یہ کوئی معمولی شخص نہیں تھا یہ وہ عبدالمطلبؒ تھا جس کے صلب سے دنیا کی سب سے بڑی ہستی اور سب سے عظیم پیغمبرؐ پیدا ہونے والا تھا اس لئے وہ اس قرعہ اندازی سے مطمئن نہ ہوا۔ جناب عبدالمطلبؒ اپنے رب کی رضا معلوم کرنا چاہتے تھے کہ واقعی وہ ان سے اور ان کے اس فعل سے راضی ہے؟ انہیں اپنے بیٹے کی زندگی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی عزیز تھی۔ چنانچہ انہوں نے کہا ایک بار پھر قرعہ ڈالو' قرعہ ڈالا گیا سو اونٹوں اور عبداللہؒ دونوں پر' مگر قرعہ پھر عبداللہؒ کی بجائے اونٹوں پر نکلا۔ جناب عبدالمطلبؒ اب بھی مطمئن نہ ہوئے کہنے لگے پھر قرعہ ڈالو۔ تیسری بار پھر قرعہ ڈالا گیا۔ اس بار بھی عبداللہؒ کی بجائے قرعہ اونٹوں پر نکلا تب جناب عبدالمطلبؒ کو یقین ہو گیا کہ ان کا یہ فعل یا ان کی یہ نذر بارگاہ الٰہی میں قبول ہو گئی چنانچہ انہوں نے سو اونٹ ذبح کروائے اور اعلان عام کر دیا کہ جو چاہے ان کا گوشت لے جائے۔ انسان کھائیں خواہ حیوان کہ یہ مکہ کے سب سے بڑے سردار کی طرف سے دعوت عام تھی اور اس رب کریم کے نام پر تھی جو انسانوں اور حیوانوں سب کا رب ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ گوشت انسانوں کے علاوہ گوشت خور حیوانوں اور پرندوں نے بھی کھایا اور کئی دن تک کھاتے رہے۔

امام جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ مکہ کی تاریخ میں جس شخص نے سب سے پہلے دیت کے طور پر سو اونٹ ذبح کرنے کی سنت جاری کی وہ حضرت

---

(۴) "السیرۃ النبویہ" ص۔ ۱۵۵ (لابن ہشام)

عبدالمطلبؒ ہیں۔ یہ سنت قریش بلکہ سارے عرب میں جاری رہی اور ان کے بیٹے کے عظیم فرزند یعنی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سنت کو جاری رکھا۔(۵)

اس طرح جناب عبداللہؒ قتل ہونے سے بچ گئے ـــــ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس مرد سعیدؒ کو سیدہ آمنہؑ کے لئے منتخب فرماچکا تھا وہ ان کے کاشانے کی زینت بننے سے پہلے ہی قتل ہو جاتا؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ جناب عبداللہ محفوظ رہے اور سیدہ آمنہؑ ان کے کاشانے کی زینت بنیں، اسی تعلق کے نتیجے میں حضرت عبدالمطلبؒ کا خواب پورا ہوا ـــــ ہاں ـــــ نور کے درخت کا خواب!

اب تھوڑا سا ذکر حضرت عبدالمطلبؒ کا، ان کی سیرت اور کردار کا۔

جناب عبدالمطلبؒ کی شخصیت

جناب عبدالمطلبؒ حسن ظاہری اور جمال باطنی دونوں کا پیکر تھے۔ ان کی وجاہت، ظاہری کشش و رعنائی اور مردانہ حسن کا دور دور تک شہرہ تھا، جس طرح ان کی سخاوت، شرافت اور عالی نسبی خاص و عام میں مشہور تھی۔ ایک بہت بڑا مورخ لکھتا ہے کہ یمن کے حبشی حکمران "ابرہہ الاشرم" نے جب مکہ پر حملہ کیا تو اس کے ساتھ یمن کے بڑے بڑے سردار آئے تھے جن میں ایک بہت بڑا یمنی سردار نفیل بن حبیب الخثعمی بھی تھا۔ یہ جناب عبدالمطلبؒ کا دوست تھا۔ جب ابرہہ کے فوجیوں نے جناب عبدالمطلبؒ کے (دوسو) اونٹ پکڑ لئے اور وہ ان کی واپسی کے بارے میں گفتگو کرنے کے لئے ابرہہ کے پاس گئے تو

---

(۵) "خصائص الکبریٰ" ص ۴۵ (امام جلال الدین سیوطیؒ)

ان کی ملاقات اپنے دوست اور یمنی سردار نفیس سے ہوئی۔ جناب عبدالمطلبؓ نے اس سے اپنا مدعا بیان کیا۔ نفیس نے ابرہہ کے پاس جاکر حضرت عبدالمطلبؓ کا جن الفاظ میں تعارف کرایا ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جناب عبدالمطلبؓ کے ہم عصر سردار اور وہ بھی غیر ملک کے اکابر ان کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔ نفیس نے ابرہہ سے کہا کہ:

اے بادشاہ! تجھ سے ملنے کے لیے ایک ایسا شخص آنا چاہتا ہے (دروازے پر منتظر ہے) جو عرب کا سردار ہے اور شرف و عظمت اور فضل و خیر میں سب پر برتری رکھتا ہے لوگوں کے لیے اعلیٰ درجے کے گھوڑے اور اونٹ مہیا کرتا ہے تاکہ وہ ان پر سوار ہوں' انہیں عطیات سے نوازتا ہے اور شکم سیر کرتا ہے۔ اس کی داد و دہش کا یہ سلسلہ اور اس کا یہ شیوۂ بخشش و عطا اس وقت تک جاری ہے جب تک نفس کی آمد و شد کا سلسلہ جاری ہے"۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت عبدالمطلبؓ کو ابرہہ کے شاہی خیمے میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی اور وہ اندر تشریف لے گئے تو ابرہہ ان کے مردانہ حسن' ان کے رعبِ جمال اور ان کی وجاہت کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے مناسب نہ سمجھا کہ وہ خود تو تخت پر بیٹھا رہے اور ایسا وجیہہ و شکیل' حسین و جمیل اور بارعب سردار نیچے فرش پر بیٹھے چنانچہ وہ اپنی شاہی نشست سے اترا اور ان کے ساتھ فرش پر بیٹھ کر گفتگو کرنے لگا۔(٦)

---

(٦) "السیرۃ النبویہ" لابن ہشام۔ ص ٤٩

یہ تو تھا جناب عبدالمطلبؓ کی ظاہری وجاہت اور عز و شرف کا پہلو۔ ان کے باطنی حسن و جمال کا پہلو اس سے بھی زیادہ تابناک ہے۔ قریش مکہ سخت قسم کے بت پرست تھے۔ ان کی نذر و نیاز ہمیشہ بتوں کے لئے ہوتی تھی۔ اس بت پرست معاشرے میں جناب عبدالمطلبؓ وہ مردِ حر تھے جو بتوں کی غلامی کا جوا اپنے کندھے پر رکھنے کو شرف انسانیت کی تذلیل سمجھتے تھے۔ عربوں خصوصاً قریش مکہ میں رواج تھا کہ وہ خود کو کسی نہ کسی بت سے منسوب کرتے تھے۔ سفر پر روانہ ہوتے وقت اس بت کا طواف کیا جاتا مگر حضرت عبدالمطلبؓ کے بارے میں تاریخ ایسا ایک واقعہ بھی بیان نہیں کرتی کہ انہوں نے سفر پر روانہ ہوتے وقت کبھی کسی بت کا طواف کیا ہو یا سفر سے بخیریت واپس آ کر اس پر نذر و نیاز چڑھائی ہو۔ تاریخ پوری صداقت اور یقین سے اعلان کرتی ہے کہ انہوں نے دس بیٹے پیدا ہونے پر ان میں سے ایک بیٹا قربان کرنے کا عہد کیا تو یہ نذر خدا کے نام پر تھی، کسی بت کے نام پر نہ تھی۔ اسی طرح بیٹے کی دیت کے طور پر اونٹوں کی نذر بھی انہوں نے خدا کے لئے مانی تھی کسی بت کے لئے نہیں۔(۷) یہ ان کے خداپرست ہونے کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

چشمۂ زمزم کی کھدائی کے موقع پر جناب عبدالمطلب کو جب سونے کے دو بت ملے تو انہوں نے یہ بت بطور احترام اپنے گھر میں کسی پاک و صاف جگہ پر نصب نہیں کئے تاکہ کسی حاجت یا سفر کے موقع پر ان کا طواف کر لیا کریں، نہ خانہ کعبہ میں لے جا کر سجائے بلکہ ایک بت شکن کی طرح انہیں تڑوا کر ان کا سونا خانہ کعبہ کے دروازے پر لگوا دیا (۸) تاکہ خدا کے گھر کی خوبصورتی اور شان و شوکت میں اضافہ ہو۔

---

(۷) "السیرۃ النبویہ"۔ لابن ہشام۔ ص ۱۵۱

(۸) "السیرۃ النبویہ"۔ لابن ہشام۔ ص ۱۴۷

جناب عبدالمطلبؒ کی شرم وحیا

جناب عبدالمطلبؒ جب کسی تجارتی سفر پر یمن جاتے تو راستے میں حمیری قوم کے ایک سردار کے گھر قیام کرتے۔ ایسے ہی ایک سفر کے دوران یمن کے ایک (یہودی) عالم نے ان سے ملاقات کی۔ (ان کے چہرے بشرے کو دیکھ کر) یہودی عالم نے ان سے عرض کیا کہ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں آپ کے جسم کا کپڑا اٹھا کر کوئی جگہ دیکھ سکوں۔ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا کہ تمہیں اپنے جسم کا ہر حصہ (یعنی شرم والی جگہ) دیکھنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں۔(۹)

اس واقعے سے حضرت عبدالمطلبؒ کے کیریکٹر کا ایک خاص پہلو ابھر کر ہمارے سامنے آتا ہے۔ عربوں میں ننگا ہونا کوئی عیب نہ تھا بلکہ وہ تو طواف بھی ننگا ہو کر کیا کرتے تھے مگر جناب عبدالمطلبؒ میں شرم و حیا کا خداداد وصف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یہودی عالم کو شرم والی جگہ ننگی کرنے سے روک دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ طبعاً حیادار اور صالح انسان تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ ایک پشت کے بعد ان کے صلب سے وہ عظیم المرتبت اور نادر روزگار ہستیؐ پیدا ہونے والی تھی جو شرم و حیا کی پیکر عظیم تھی اور جسے جناب عبدالمطلبؒ کے زیرپرورش رہنا تھا۔ خدا کسی بت پرست اور بے حیا انسان کو ختم المرسلینؐ کا مربی اور سرپرست بنانا نہیں چاہتا تھا۔

---

(۹) طبقات الکبریٰ۔ جلد اول۔ ص۔۸۶ (ابن سعد)

جناب عبدالمطلبؓ کی وفات

آخر بیاسی سال (۱۰) کی عمر پاکر عرب کا یہ عظیم سردار ۵۷۹ء میں فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے اپنا ذکر خیر اور میراث میں وہ پاک چشمہ چھوڑ گیا جو "زمزم" کے نام سے مشہور ہے اور جس کی دریافت اس کا وہ کارنامہء عظیم ہے جو اس کے نام کو قیامت تک زندہ رکھے گا۔

---

(۱۰) حضرت عبدالمطلبؓ کی عمر میں اختلاف ہے بعض روایات کے مطابق آپؓ نے سو سال کی اور بعض روایات کے مطابق ایک سو بیس سال کی عمر پائی (مولف)

سیّدہ آمنہؑ کے رفیق حیات

جناب عبداللہ ؓ جنہیں سیدہ آمنہؑ کا رفیق حیات منتخب ہونا تھا انہی حضرت عبدالمطلبؓ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ ان کی والدۂ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن یقطہ بن مرہ تھا۔ جناب عبداللہؓ اور ان کی بہن ام الحکیم البیضا جڑواں پیدا ہوئے تھے۔ جناب عبداللہؓ کی ولادت ۵۵۴ء میں ہوئی۔

جناب عبداللہؓ کی پاک دامنی

جناب عبداللہ اپنے بھائیوں میں سب سے خوبصورت اور بے مثل جوان رعنا تھے۔ مکہ کی بعض حسین دوشیزائیں ان کی محبت میں اسیر تھیں۔ انہیں بڑے بڑے لالچ دے کر اپنی طرف راغب کرتی تھیں مگر جناب عبداللہؓ حضرت یوسفؑ کی طرح ان میں سے کسی کی زلف محبت میں اسیر نہیں ہوئے اور اپنی جوانی کو ہمیشہ بے داغ رکھا۔ عجیب بات ہے کہ جس طرح عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسفؑ کی قمیص کا دامن پکڑ کر ان سے ایک ناپسندیدہ فعل کرانا چاہا تھا مگر آپؑ نے اس کے ہاتھ سے دامن چھڑا لیا تھا بالکل اسی طرح مکہ کی ایک بہت ہی

حسین دوشیزہ نے جناب عبداللہ کا دامن پکڑ کر انہیں دعوت گناہ دی ---- اس نازنین کا نام قتیلہ تھا۔ بعض نے اس کا نام "ام قتال" لکھا ہے مگر جناب عبداللہؓ نے اس کے ہاتھ سے اپنا دامن چھڑا لیا۔(۱)

مورخین بیان کرتے ہیں کہ آپؓ جس راستے سے گذرتے تھے عورتیں آپؓ کی طرف متوجہ ہو جاتی تھیں چنانچہ ایک اور عورت کا واقعہ تاریخ میں درج ہے۔ اس کا نام فاطمہ بنت مرتھا اور یہ قبیلہ خثعم سے تعلق رکھتی تھی' بلا کی حسین اور نوخیز تھی اس کے ساتھ ساتھ بہت پڑھی لکھی عورت تھی۔ ایک روز جناب عبداللہؓ اس کے مکان کے قریب سے گذر رہے تھے کہ وہ آپؓ کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ دوسری روایت کے مطابق یہ واقعہ خانہ کعبہ کے پاس پیش آیا تھا۔ اس نے حضرت عبداللہؓ کو مخاطب کیا اور کہنے لگی کہ اگر تم "میرے پاس آؤ" تو میں تمہیں سو اونٹ دوں گی۔ جناب عبداللہ نے اس کی طرف دیکھا اور پھر یہ شعر پڑھے۔

ام الحرام فالمعات دونه والحل لا حل فاستبنیه
فکیف بالامر الذی تبغینه یحمی الکریم عرضه و دینه (۲)

(یعنی مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ حرام فعل کا ارتکاب کروں اس کی بجائے مجھے موت کو گلے لگانا منظور ہے جبکہ حلال کی سبیل نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔ پس وہ بات میرے لئے کیسے جائز ہو سکتی ہے جس کی طرف تو مجھے دعوت دیتی ہے (یاد رکھ) کریم النفس آدمی اپنی آبرو اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔)

---

(۱) طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد اول۔ ص ۹۵

(۲) "السیرۃ النبویہ" لا امام ابی الفدا اسماعیل بن کثیر جلد اول۔ ص ۱۷۸ مطبوعہ قاہرہ (۱۹٦۴ء)

جناب عبداللہ کا دین؟

یہ کون سا دین تھا جس کی حفاظت جناب عبداللہ کے نزدیک اتنی ضروری تھی کہ اس کی خاطر موت کو گلے سے لگایا جا سکتا تھا؟ ظاہر ہے کہ وہ دین' سوائے دین ابراہیمی کے اور کون سا ہو سکتا تھا۔ کیونکہ انہیں اور ان کے عالی مرتبت والد گرامی حضرت عبدالمطلبؓ کو یہی دین ورثے میں ملا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ ایک دیندار انسان تھے۔ تقویٰ و پرہیز گاری اور غیرت و حمیت کا پیکر۔

جناب عبداللہؓ کے مندرجہ بالا اشعار کو باربار پڑھئے اور سوچئے کہ عبدالمطلبؓ کے اس فرشتہ خصلت بیٹے اور سیدہ آمنہؓ کے شوہر کا خمیر کس پاکیزہ مٹی سے اٹھا تھا۔ پچیس سال کا ایک وجیہہ اور خوبرو جوان جس کے مردانہ حسن و رعنائی کے مکہ کی نوخیز دوشیزاؤں میں چرچے تھے اسے ایک حسین اور نوخیز دوشیزہ دعوتِ گناہ دیتی ہے اور سو اونٹ بھی پیش کرتی ہے مگر وہ اس پیش کش کو ٹھکرا دیتا ہے۔ یہ واقعہ بھی اس معاشرے میں پیش آتا ہے جہاں زنا اور شراب نہ صرف یہ کہ معیوب افعال نہیں تھے بلکہ تہذیب کا حصہ تھے۔ خدا اور اس کا خوف اور دین سے محبت ------ یہ سب ایسے الفاظ تھے جو اپنے معنی کھو چکے تھے مگر جناب عبداللہؓ اس معصیت زدہ اور بے لگام معاشرے میں رہتے ہوئے نہ صرف خود کو بچاتے ہیں بلکہ دعوت گناہ دینے والی اس قتالہء عرب نازنیں کو تلقین و تبلیغ بھی کرتے ہیں جس کے حسن و جمال کے ہر طرف چرچے تھے۔ جناب عبداللہؓ کہتے ہیں کہ میں حرام فعل کا ارتکاب نہیں کر سکتا اس کے مقابلے میں مجھے موت سے ہمکنار ہونا منظور ہے پھر فرماتے ہیں کہ کریم النفس آدمی پر لازم ہے کہ وہ ہر حال میں اپنی آبرو اور اپنے دین کی حفاظت کرے۔

جناب عبداللہؒ کے کمالات

جناب عبداللہ اس عبدالمطلبؒ کے فرزند تھے جو بڑے پائے کے شاعر تھے۔ اپنے نامور والد گرامی کا یہ کمال بھی انہیں ورثے میں ملا تھا۔ وہ بہت خوش گو شاعر تھے اور فی البدیہہ یہ شعر کہنے میں کمال رکھتے تھے۔ جب عرب کی ایک خوش جمال نازنین نے انہیں دعوت گناہ دی تو انہوں نے اس دعوت کو پائے حقارت سے ٹھکراتے ہوئے جو شعر کہے وہ اپنی بلاغت، معنویت، حسن بیان اور پاکیزگی خیال کے اعتبار سے ادبیات عالیہ میں شمار کرنے کے لائق ہیں۔

جناب عبداللہؒ بہت سیر چشم اور فیاض واقع ہوئے تھے۔ وہ دل کے بہت رحیم تھے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی شخص کے اخلاق و کردار کی سب سے معتبر شہادت وہ ہوتی ہے جو اس کی شریک حیات کی زبان سے ادا ہوتی ہے کہ وہ اس کی دن رات کی رفیق، ہم دم و ہمراز اور اس کی پوری طرح مزاج شناس ہوتی ہے چنانچہ جناب عبداللہؒ کی وفات پر ان کی شریک حیات (سیدہ آمنہؓ) نے جو مرثیہ کہا تھا وہ سیرت کی کتابوں میں درج ہے اس میں وہ کہتی ہیں:۔

(ترجمہ) "اگر اسے (حضرت عبداللہؒ کو) موت نے ہم سے چھین لیا تو کیا ہوا اس کے آثار خیر پر تو موت وارد نہیں ہو سکی کیونکہ وہ انتہا کا سخی تھا اور اس کا دل غربا کی ہمدردی کے جذبے سے سرشار رہتا تھا۔ (۳)

حضرت عبداللہؒ کی تعریف مشرکین مکہ کی زبان سے

کسی شخص کی اصل عظمت وہ ہوتی ہے جس کا اعتراف اس کے دشمنوں اور مخالفوں کو بھی ہو۔ اس نقطۂ نگاہ سے جب ہم حضرت عبداللہؒ کے مرتبے کو دیکھتے

---

(۳) "طبقات کبیر" جلد اول۔ ص ۱۰۰ (ابن سعد)

ہیں تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنے عہد کے بہت بڑے انسان تھے جن کی ان کے دشمن بھی عزت کرتے تھے چنانچہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب حضورؐ اقدس نے مشرکین مکہ سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے، میں تم سے کیا سلوک کروں گا؟ تو انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ :-

ہمیں آپ سے خیر کے سلوک کی توقع ہے کیونکہ آپ کریم النفس بھائی ہیں اور اس باپ (حضرت عبداللہؓ) کے فرزند ہیں جو خود بھی کریم النفس تھا۔ (۴)

یہ جواب وہ لوگ دے رہے ہیں جنہوں نے حضرت عبداللہؓ کی پچیس سالہ (دوسری روایت کے مطابق تیس سالہ) زندگی کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا تھا۔ وہ حضرت عبداللہؓ کو ایک ایسا بھائی قرار دے رہے ہیں جو سر تا پا کرم تھا جس کے کردار میں دشمنوں کے لئے بھی خیر اور بھلائی کا عنصر سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ کسی سے عداوت رکھنے اور اسے نقصان پہنچانے یا انتقام لینے کے جذبے سے اس کا دل پاک تھا۔

جناب عبداللہؓ کی فطری سعادت

جناب عبداللہؓ فطرۃً نہایت سعید واقع ہوئے تھے اور یہ سعادت فطری انہیں ان کے والد گرامی حضرت عبدالمطلبؓ سے ورثے میں ملی تھی۔ مورخ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؓ کے چچا جناب مُطّلِب جب اپنے بھتیجے (حضرت عبدالمطلبؓ) کو مکہ لانے کے لئے مدینہ گئے اور ان کی والدہ سے کہا کہ میرے بھتیجے کو میرے ساتھ بھیج دو تاکہ یہ اپنی قوم اور اپنے وطن میں رہے۔ ان

---

(۴) تاریخ الرسل و الملوک جلد ۲۔ ص ۱۲۰ (امام طبریؒ)

کی طرف سے انکار پر جناب مُطَلِب اپنے بھتیجے (حضرت عبدالمُطَلِبؓ) سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ چلو بیٹے! میرے ساتھ چلو اور اپنے وطن میں رہو۔ حضرت عبدالمُطَلِبؓ نے اپنے چچا کا پوری طرح احترام برقرار رکھتے ہوئے عرض کیا کہ میں تعمیل حکم کے لئے حاضر ہوں مگر "والدہ مقدم ہیں ان کی اجازت کے بغیر کیسے چلوں"۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جناب عبدالمطلبؓ کی تربیت ان کی نیک فطرت والدہ نے کس انداز سے کی تھی۔ حضرت عبداللہؓ انہی حضرت عبدالمطلبؓ کے فرزند تھے اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ سعادتمند عبدالمطلبؓ کا اثر ان کے فرزند میں نہ آتا چنانچہ ایک شہرہ آفاق مورخ لکھتا ہے کہ ایک روز جناب عبداللہؓ اپنے والد حضرت عبدالمطلبؓ کے ساتھ جا رہے تھے کہ راہ میں قبیلہ بنو اسد کی ایک خوبرو دوشیزہ انہیں ملی اور جناب عبداللہؓ کو اپنی طرف مائل کرنے کی غرض سے پوچھنے لگی کہ عبداللہؓ! کہاں جا رہے ہو؟ آپؓ نے جواب دیا کہ اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں یہ جہاں لے جائیں گے وہاں جاؤں گا۔ یہ سن کر خاتون نے کہا کہ "تم قربانی کے اونٹ تو نہیں ہو کہ جو چاہے مہار پکڑ کر اپنے ساتھ لے جائے۔" اصل عربی الفاظ ہیں:۔

قالت: لک مثل الابل التی نحرت عنک وقع علی الان (۵)

حضرت عبداللہ نے جواب دیا کہ "یہ (کوئی عام آدمی نہیں) میرے والد محترم ہیں میں ان کے خلاف منشا کوئی کام نہیں کر سکتا اور نہ میری جرات ہے کہ کوئی ایسا کام کروں جس کے نتیجے میں یہ مجھے خود سے الگ کر دیں کیونکہ میں ان

---

(۵) "الروض الانف" الجز الاول۔ ص ۱۷۸ مولفہ محدث ابی القاسم عبدالرحمٰن السہیلیؒ و السیرۃ النبویہ لا امام ابی الفدا اسماعیل بن کثیر جلد اول۔ ص ۱۷۷ قاہرہ (۱۹۶۴)

سے جدائی برداشت نہیں کر سکتا (۶) یعنی مجھے اپنے باپ سے بہت محبت ہے اور ہر وقت ان کی اطاعت و فرماں برداری کا جذبہ مجھ پر حاوی رہتا ہے۔

حضرت عبداللہؓ کی یہ وہی فطری سعادت تھی جو انہیں اپنے والد گرامی حضرت عبدالمطلبؓ سے ورثے میں ملی تھی۔ گویا یہ خاندان ہی سعادتوں کا گہوارہ اور نیک بختی کی پرورش گاہ تھا۔ دین ابراہیمی میں والدین کی اطاعت کا جو حکم ہے حضرت عبداللہؓ اس کی زندہ تصویر تھے۔

جناب عبداللہؓ کی شخصیت' ان کی طہارت نفس اور ان کے حسن ظاہری و باطنی کے یہی وہ کمالات تھے جن سے متاثر ہو کر زمانہ ء حال کے فضلا کی ایک جماعت نے انہیں ان الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا:۔

> "جناب عبداللہ اپنے باپ کے بڑے لاڈلے اور محبوب بیٹے تھے۔ وہ حسن سیرت اور حسن صورت کا بڑا حسین امتزاج تھے۔ ان کے اخلاق حمیدہ' اوصاف جمیلہ اور پاکبازی کا (دور دور تک) شہرہ تھا..... (یہی وجہ ہے کہ) ان سے شادی کرنے کے لئے مکہ کی کئی عورتیں بے قرار رہتی تھیں" (۷)

مگر وہ صرف عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ نہ تھے بلکہ وہ نور نبوت کے امانت دار بھی تھے اور یہ امانت ہر عورت کے سپرد نہیں کی جا سکتی تھی خواہ وہ کتنی ہی حسین و جمیل اور عالی نسب ہوتی۔ یہ امانت اسی کے سپرد کی جا سکتی تھی جو خدا کے نزدیک اس کی اہل تھی چنانچہ ایک روز یہ امانت دنیا کی سب سے عظیم خاتون (سیدہ آمنہؓ) کے سپرد کر کے وہ اس بار امانت سے سبکدوش ہو گئے۔

---

(۶) "السیرۃ النبویہ" جلد اول ص۔ ۱۷۷ مولفہ ابن کثیر

(۷) "اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۹۔ ص ۱۰۔ طبع اول ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء دانش گاہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

جناب عبداللہؒ کی وفات

جناب عبداللہؒ نے زیادہ عمر نہیں پائی۔ عین عنفوان شباب میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ایک روایت کے مطابق جناب عبداللہؒ اپنے والد کی ہدایت پر خشک کھجوروں کا سودا کرنے کی غرض سے یثرب (مدینہ) گئے ہوئے تھے وہیں ان پر بیماری کا حملہ ہوا۔ جب حضرت عبدالمطلبؒ کو معلوم ہوا کہ جناب عبداللہؒ بیمار ہو گئے ہیں تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو ان کی خیریت معلوم کرنے کی غرض سے یثرب بھیجا مگر جب حارث یثرب پہنچے تو جناب عبداللہؒ فوت ہو چکے تھے اور انہیں ان کے ننہال کے ایک گھر میں جہاں وہ مقیم تھے دفن کر دیا گیا تھا۔ یہ گھر نابغہ نامی ایک عزیز کا تھا جو جناب عبداللہؒ کے ننہال سے تعلق رکھتے تھے۔

جناب عبداللہؒ کے سفر علالت سے متعلق دوسری روایت یہ ہے کہ آپؒ اپنے والد کی ہدایت پر ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے تھے۔ جب قافلہ معاملات تجارت سے فارغ ہو کر واپس ہوا تو جناب عبداللہؒ راستے میں بیمار ہو گئے مدینہ پہنچ کر ان کی بیماری نے شدت اختیار کر لی اور وہ مزید سفر جاری نہ رکھ سکے، اپنی ننہال میں ٹھہر گئے۔ یہاں آپؒ نے قریباً ایک ماہ قیام کیا ننہال والوں نے علاج معالجے اور تیمارداری میں کوئی کمی نہ کی مگر بیماری میں کوئی کمی نہ ہوئی اور وہ وفات پا گئے۔ جب یہ خبر مکہ پہنچی تو خاندان عبدالمطلبؒ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ان کی بہنوں نے بھائی کی وفات کا بہت غم کیا اور سب سے زیادہ غم ان کی شریک حیات سیدہ آمنہؑ کو ہوا مگر انہوں نے غیر معمولی صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ جناب عبداللہ کا انتقال ۵۵۴ء میں ہوا جبکہ آپؒ کی عمر قریباً ۳۰ سال کی تھی۔ بعض روایات میں پچیس سال بعض میں ۲۵ سال سے بھی کم بیان کی گئی ہے۔

غالب خیال یہی ہے کہ آپؓ نے ۲۵ اور ۳۰ کی درمیانی عمر میں وفات پائی۔

جناب عبداللہؓ کا اثاث البیت

جناب عبداللہؓ مکہ کے رئیس اعظم کے بیٹے تھے۔ خود بھی تجارت کرتے تھے اس لئے ان کے مالی حالات اچھے تھے اگرچہ وہ اپنے والد کے ساتھ ہی رہتے تھے اور تجارت میں بھی انہی کے ساتھ شریک تھے۔ اس کے باوجود ان کی اپنی بھی جائداد تھی جس میں پانچ اونٹ' بھیڑوں یا بکریوں کا ایک ریوڑ' شعب بنی ہاشمؑ میں واقع ایک مکان جو حضرت عبدالمطلبؓ نے انہیں دیدیا تھا۔ کپڑے کی ایک دوکان جس میں کپڑا بکتا بھی تھا اور سلتا بھی تھا (گویا کپڑا بیچنے والوں کے علاوہ کاریگر بھی ملازم تھے جو کپڑا کاٹتے اور سیتے تھے) اس کے علاوہ کھجوروں اور چمڑے کا ذخیرہ جن کی آپؓ تجارت کرتے تھے' دو غلام صالح اور شقران اور ایک لونڈی ام ایمن۔

ام ایمنؓ

ام ایمنؓ کہنے کو تو لونڈی تھیں مگر یہ بہت بزرگ خاتون تھیں جنہیں حضورؐ اقدس کی دایہ (کھلائی) بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ حضرت عبداللہؓ کی لونڈی تھیں۔ ان کی وفات اور حضورؐ اقدس کے جوان ہونے کے بعد آپؐ کے حصے میں آئیں آپؐ نے انہیں آزاد کر دیا۔ حضرت ام ایمنؓ کا پہلا نکاح عبید بن زید سے ہوا تھا۔ یہ حضورؐ اقدس کے دعویٰء نبوت سے پہلے کی بات ہے۔ جب حضورؐ نے اعلان نبوت فرمایا تو ام ایمنؓ اور ان کے شوہر عبیدؓ بن زید دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ مدت کے بعد حضرت عبیدؓ انتقال کر گئے ان سے حضرت ام ایمنؓ کے ہاں ایک ہی بیٹا پیدا ہوا جس کا نام "ایمن" تھا اسی نسبت سے آپؓ ام ایمنؓ کہلائیں ورنہ ان کا اصل نام "برکتہ" تھا۔ حضرت ام ایمنؓ کو ہجرت حبشہ

کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ حضرت عبداللہؓ کی وفات کے بعد حضرت ام ایمنؓ سیدہ آمنہؑ کے لئے بہت بڑا سہارا بنیں۔ سفر و حضر میں ان کی ساتھی اور خدمت گزار۔ سیدہ آمنہؑ کی بیماری میں ان کی تیمارداری اور خدمت کی سعادت بھی حضرت ام ایمنؓ کو نصیب ہوئی۔ سیدہ آمنہؑ کی وفات کے وقت حضرت ام ایمنؓ ان کے پاس تھیں اور سیدہ آمنہؑ نے انہی کے ہاتھوں میں اپنی جانِ عزیز جان آفریں کے سپرد کی۔ حضرت ام ایمنؓ کی خدمات جلیلہ کی حضور اقدسؐ کے دل میں بڑی قدر تھی چنانچہ ایک روز آپؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص جنت کی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہو تو وہ ام ایمنؓ سے شادی کرلے۔ یہ سن کر حضرت اقدسؐ کے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ نے ام ایمنؓ سے نکاح کرلیا حالانکہ حضرت زیدؓ عمر میں ام ایمنؓ سے بہت چھوٹے تھے ان کے بطن سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے جن کی عظمت کا سارا عالم اسلام معترف ہے۔ حضرت ام ایمنؓ نے بہت طویل عمر پائی اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں فوت ہوئیں۔(۸)

---

(۸) "طبقات الکبریٰ" جلد ۸ ص ۱۶۲ و "صحابیات" مولفہ علامہ نیاز فتحپوری ص ۱۷۶۔ مطبوعہ صوفی پرنٹنگ پریس پنڈی بہاالدین۔

سیّدہ حضرت آمنہؑ

مکہ میں ایک قبیلہ آباد تھا' نام تھا بنو زھرہ۔ جناب وھبؒ بن عبد منافؒ اس قبیلے کے سردار تھے۔ یہ بہت نامی گرامی رئیس تھے۔ اپنی شرافت و نجابت کے اعتبار سے جناب وھبؒ اس دور کی بہت ممتاز شخصیت تھے۔ چند واسطوں سے ان کا سلسلہ نسب جناب کلابؒ سے جا ملتا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ تھے اور جن کے فرزند جناب قصیؒ مکہ کے جلیل القدر حکمراں تھے۔ قصیؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے دور دور تک بکھرے ہوئے قریش کے بارہ قبائل کو مکہ میں جمع کیا اور عرب کی تاریخ میں سب سے پہلے ایک باقاعدہ جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی جس کا انتظام و انصرام سارے قبائل مل کر باہمی مشورے سے کیا کرتے تھے۔ جناب قصیؒ اس حکومت کے سربراہ اور سارے اہل مکہ کے محبوب فرماں روا تھے۔ اپنی شجاعت و سخاوت' اپنی شرافتِ نفس' بلندی کردار' عالی نسبی اور تدبر و فراست میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔

سیدہ آمنہؑ کا قبیلہ

جناب قصیؒ کے ایک بھائی تھے زھرہؒ۔ زھرہؒ کے بیٹے کا نام عبد منافؒ تھا۔ عبد منافؒ کے بیٹے وھبؒ تھے جو اپنے قبیلے کے نامور سردار تھے سیدہ آمنہؑ انہی

وھبؓ کی صاحبزادی تھیں۔ گویا جناب آمنہؓ کے جدامجد جناب زھرہؒ اور جناب قصیؒ دونوں ایک ہی باپ کلابؒ بن مرہ کے بیٹے تھے۔ انہی کلاب بن مرہ کی چھٹی پشت میں ہمارے آقا و مولا حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیدا ہوئے۔ اس طرح سیدہ آمنہؓ اور حضور اقدس کے والدجناب عبداللہؒ ایک ہی اصل کی شاخیں ہیں۔

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ جناب آمنہؓ کے بزرگوں کے تذکرے میں جناب عبدمنافؒ کا نام بھی آتا ہے۔ بعض لوگوں نے غلطی سے انہیں وہ عبدمنافؒ سمجھ لیا جو حضورؐ اقدس کے جد بزرگوار تھے حالانکہ یہ دونوں الگ الگ شخصیتیں تھیں۔ ایک عبدمنافؒ بنو زھرہ میں سے تھے جو سیدہ آمنہؓ کے پردادا تھے اور ایک عبدمنافؒ جناب ہاشمؒ کے والد گرامی تھے جن سے بنو ہاشم کی بنیاد پڑی۔ گویا ایک عبدمنافؒ بن زھرہؒ۔ دوسرے عبدمنافؒ بن قصیؒ۔

سیدہ آمنہؓ کے قبیلے بنو زھرہ کو بہت سے شرف اور امتیازات حاصل ہیں۔ پہلا اور سب سے بڑا امتیاز تو یہی ہے کہ اسی بزرگ قبیلے کی ایک محترم اور عظیم خاتون (سیدہ آمنہؓ) کو دنیا کی سب سے بڑی ہستی اور تاجدارؐ انبیا کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اس قبیلے کی دوسری خاتون اور سیدہ آمنہؓ کی چچا زاد بہن جناب ھالہ بنت وھیب جن کی شادی حضرت عبدالمطلبؒ سے ہوئی تھی وہ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلبؒ اور حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلبؒ کی ماں بنیں۔ پھر اس قبیلے میں اور بھی بہت سی ممتاز شخصیتیں پیدا ہوئیں جن میں نامور صحابہ' فقہا' محدثین' اور راویان حدیث گذرے ہیں۔ اس قبیلے میں ایسے ایسے سرفروشان اسلام پیدا ہوئے جنہوں نے حضورؐ اقدس کی محبت میں عظمت اسلام کی خاطر جہاد کے معرکوں میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ اس قبیلے میں ایسے زاہد اور حضورؐ کے مطیع و فرماں بردار پیدا ہوئے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی

خوشنودی کی خاطر سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ کی راہ میں پہلی ہجرت کی جسے ہجرت حبشہ کہتے ہیں۔ اس قبیلے میں ایسے قانون داں پیدا ہوئے جنہیں ممالک اسلامیہ کے مختلف شہروں خصوصاً مدینہ میں جج کے منصب دیئے گئے۔ ایسے ایسے منتظم پیدا ہوئے جنہیں مختلف صوبوں کی گورنری اور ضلعی انتظامیہ کی ذمہ داریوں کا اہل سمجھا گیا اور بلاشبہ انہوں نے یہ ذمہ داریاں بطریق احسن پوری کیں۔ غرض قبیلہ بنو زہرہ کی خدمات جلیلہ اور اس کی شہرت و ناموری سے تاریخ کے اوراق جگمگا رہے ہیں۔ اس قبیلے کے افراد کی نسلیں نہ صرف عرب بلکہ دور دور کے ممالک میں پھیل گئیں اور انہوں نے ہر شعبہ ء حیات میں زریں کارنامے سرانجام دیئے۔ شہرہ آفاق مورخ و ماہر انساب علامہ ابن حزمؒ نے اپنی معرکتہ الآرا کتاب میں ایک طویل فہرست ان نمایاں شخصیات کی درج کی ہے جو قبیلہ بنو زہرہ سے تعلق رکھتی ہیں (۱)

قبیلہ آمنہؓ کا خصوصی شرف

سیدہ آمنہؓ کے قبیلے (بنو زہرہ) کو ایک بہت بڑا شرف ایسا بھی حاصل ہے جو اسے دینی اعتبار سے مکہ بھر کے سارے قبیلوں میں ممتاز کرتا ہے۔ چنانچہ ایک ممتاز مصنف نے اپنی کتاب میں اس شرف کا یوں ذکر کیا ہے:۔

"قبیلہ بنو زہرہ کے کسی ایک فرد نے بھی غزوہ بدر میں حضورؐ اقدس اور مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ کا ساتھ نہیں

---

(۱) جمهرة انساب العرب لابی محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی۔ الطبعته الثالثه۔ دار المعارف بمصر۔ ص ۱۲۸ تا ۱۳۵ (۱۹۱۳ھ = ۱۹۷۱ء)

دیا"۔(۲)

اندازہ کیجئے جب سارا مکہ حضورؐ اقدس اور مسلمانوں کے خون کا پیاسہ تھا اور یہ خیال کرکے انگاروں پر لوٹ رہا تھا کہ جس ہستی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو قتل کرکے وہ اس کے مشن کو (نعوذ باللہ) نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے وہ ان کی گرفت سے نکل کر مدینہ پہنچ گیا اور وہاں کا سردار اعلیٰ بن گیا۔ انہیں صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی طاقت کو ابھی سے ختم نہ کیا گیا تو ایک دن وہ مکہ پر قابض ہو جائیں گے۔ چنانچہ مکہ کا ہر قبیلہ اس "خطرے" کے سدباب کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ ان کی کوشش تھی کہ ہر قبیلے کے ہر خاندان کا کم از کم ایک فرد ضرور محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے خلاف جنگ (بدر) میں حصہ لے۔ گویا حضورؐ اقدس اور مسلمانوں کے خلاف ہر طرف مخالفت کا الاؤ شعلے مار رہا تھا۔ اس الاؤ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور مشرکین مکہ کا ساتھ نہ دینا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ سیدہ آمنہؑ کے قبیلے (بنو زہرہ) پر آفریں ہے کہ اس نے مشرکین مکہ کی قطعا" پروانہ کی اور قریش کی تمام تر کوششوں کے باوجود ان کے کسی ایک فرد نے بھی جنگ بدر میں قریش کا ساتھ نہیں دیا۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سیدہ آمنہؑ کی برکت تھی کہ آپؑ کا قبیلہ حضورؐ اقدس اور مسلمانوں کی مخالفت اور انہیں ایذا پہنچانے سے محفوظ رہا۔

سیدہ آمنہؑ کے فضائل

عجیب بات ہے کہ جس طرح سیدہ آمنہؑ کے قبیلے کو مکہ کے تمام قبائل پر

---

(۲) "الجوھر فی نسب النبیؐ و اصحاب العشرہ"۔ الجز الاول۔ ص ۲۱۶۔ الطبعتہ الاولی ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔ منشورات : دار الرفاعی (الریاض)

ایک خاص فضیلت حاصل تھی اسی طرح جناب آمنہؓ کو مکہ کی تمام عورتوں بلکہ سارے عرب کی عورتوں پر فضیلت حاصل تھی۔ یہ محض ہمارا قیاس نہیں بلکہ زمانہ ء قدیم و جدید کے تمام مورخ' سیرت نگار اور محقق سیدہ آمنہؓ کی اخلاقی و نسبی فضیلت پر متفق ہیں چنانچہ مورخ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ :۔

"سیدہ آمنہؓ قریش کی عورتوں میں حسب و نسب اور فضیلت کے اعتبار سے سب میں ممتاز تھیں۔ (۳)

رسول اقدسؐ کے اولین اور نہایت مستند سیرت نگار علامہ ابن اسحاقؒ لکھتے ہیں:

"سیدہ آمنہؓ اپنے حسب نسب اور اپنے مرتبے کے لحاظ سے قریش میں افضل ترین خاتون تھیں"۔(۴)

علامہ محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانیؒ اور ان کے شارح علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ :

"سیدہ آمنہؓ اپنے نسب کے اعتبار سے باپ کی طرف سے اور حسب کے اعتبار سے ماں کی طرف سے قریش کی تمام عورتوں پر فائق تھیں۔"(۵)

آگے چل کر یہی فاضل سیرت نگار ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ :۔

"حضرت آمنہؓ بہت عقیل و فہیم' نسب کے اعتبار سے اپنی قوم میں سب

---

(۳) السیرۃ النبویہ۔ ص ۱۵۶ (ابن ہشام)

(۴) سیرت ابن اسحاق مسماۃ بکتاب المبتدا والمبعث والمغازی مولفہ محمد بن اسحاق بن یسار۔ تحقیق و تعلیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ (اردو ترجمہ)

(۵) "شرح مواهب الدنیہ" از امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی۔ الجز الاول۔ ص ۱۰۳۔ الطبعتہ الاولی بالمطبعتہ لازھریہ المصریہ۔ (مطبوعہ ۱۳۲۵ھ)

سے افضل اور نجیب تر تھیں اور اصل کے اعتبار سے ساری قوم میں پاکیزہ سیرت اور طیب تھیں"۔

امام المفسرین حضرت علامہ حافظ عمادالدین ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ:۔

"حضرت آمنہؓ اپنے قبیلے میں سیرت النساء (یا سیدۃ النسا) کے لقب سے پکاری جاتی تھیں"۔(٦)

عربی انسائیکلوپیڈیا (دائرۃ المعارف الاسلامیہ) میں پوری تلاش و تحقیق کے بعد سیدہ آمنہؓ کی فضیلت پر یہ جامع تبصرہ کیا گیا ہے:۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت آمنہؓ قریش میں اپنے حسب نسب کے اعتبار سے افضل ترین خاتون تھیں"۔(٧)

شہرہ آفاق مورخ و مفسر ابن جریر طبریؒ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

"وھبؒ نے جو ان دنوں اپنی عمر اور شرف و فضیلت دونوں کے اعتبار سے قبیلہ بنو زھرہ (میں ممتاز اور انؓ) کے سردار تھے اپنی دختر (جناب) آمنہؓ کا نکاح (جناب) عبداللہ سے کر دیا۔ سیدہ آمنہؓ اپنے زمانے کی قریشی عورتوں میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت تھیں۔"(٨)

عالم اسلام کا نامور مورخ اور شہرہ آفاق کتاب "اخبار مکہ" کا فاضل مصنف

---

(٦) "البدایہ والنہایہ" جلد دوم ص ۲۴۹۔ (علامہ ابن کثیرؒ)

(٧) "دائرۃ المعارف الاسلامیہ" جلد ۲۔ ص ٦٣۔ طھران (انتشارات جہاں)

(٨) تاریخ الرسل و الملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری۔ الجز الثانی۔ ص ۲۴۳۔ (دائر المعارف بمصر ۱۹٦۱)

یدہ آمنہؓ کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے:۔
"سیدہ آمنہؓ بنت وھبؒ اپنی قوم کے بزرگ اور شریف ترین لوگوں میں
سے شریف ترین خاتون تھیں"۔(۹)
زمانہ ء حال کی طرف آیئے۔ دانش گاہ پنجاب لاہور کی طرف سے جو
سائیکلوپیڈیا شائع ہوئی ہے اور جسے علماو مورخین کے ایک بورڈ نے مرتب کیا ہے
ں میں سیدہ آمنہؓ کے بارے میں فاضل محققین نے یوں اظہار خیال کیا ہے:۔
"سیدہ آمنہؓ (نہایت) نیک اور پاکباز خاتون تھیں۔ طہارت نفس' شرافت
ب' عزت و وجاہت' عفت و عصمت اور پاکبازی میں بے مثال تھیں اور اپنی
م میں "سیدۃ النسا" کے لقب سے مشہور تھیں۔ وہ صبر و رضا اور ہمت و
تقامت کا پیکر تھیں (شوہر کی وفات کے بعد) راضی برضائے الٰہی ہو کر صبر و
ضا کی مثال بن گئیں۔"(۱۰)

یدہ آمنہؓ کو "کارلائل" کا خراج تحسین

سیدہ آمنہؓ کے اوصاف حمیدہ کے صرف مسلمان سیرت نگاہ اور مورخ ہی
حترف نہیں بلکہ مغرب کے ممتاز مسیحی مورخ اور دانشور بھی ان کے شرف و
نیلت کا اعتراف کرتے اور انہیں دنیا کی ممتاز ترین شخصیتوں میں شمار کرتے
تھے۔ چنانچہ مغرب کا ممتاز اور نامور دانشور "کارلائل" لکھتا ہے کہ:۔

---

۹) "اخبار مکه"۔ تالیف ابی الولید محمد بن عبدالله بن احمد
لازرقی۔ تحقیق رشدی الصالح۔ الجز الاول۔ ص ۱۵۳۔
دارالاتدلس)

۱۰) "اُردو دائرۃ المعارف اسلامیہ" جلد ۱۹۔ ص ۱۰'۱۱۔ دانش گاہ پنجاب لاہور (۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء)

(سیدہ آمنہؓ) اپنے حسن صورت' اپنی عقل و تمیز اور اپنے فہم و فراست کے اعتبار سے ایک ممتاز اور نامور خاتون تھیں" (۱۱)

سیدہ آمنہؓ کا نسب والدہ کی طرف سے

عرب لوگ شادی کرتے وقت لڑکی (اور اسی طرح لڑکے) کے نجیب الطرفین ہونے پر بہت زور دیتے تھے یعنی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے نسب میں کوئی کمزوری نہ ہو۔ سیدہ آمنہؓ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپؓ اپنے والد وھبؒ کی طرف سے افضل النسب ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے بھی افضل النسب تھیں۔ ان کی والدہ کا اسم مبارک برہ بنت عبدالعزیٰ تھا جن کا نسب چند واسطوں سے حضور اقدسؐ کے جد امجد جناب قصیؒ سے جا ملتا ہے۔ محترمہ برہ کی والدہ ماجدہ یعنی سیدہ آمنہؓ کی نانی کا نام نامی ام حبیب تھا یہ اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیؒ کی بیٹی تھیں اور ام حبیب کی والدہ محترمہ برہ بنت عوف کا سلسلہ ء نسب چند پشتوں کے بعد غالب بن فہر سے جا ملتا ہے جو حضور اقدسؐ کے نامور اور شجاع ترین اجداد میں سے تھے جنہوں نے حاکم یمن حسان کو شکست فاش دے کر گرفتار کر لیا تھا یہ شاہ حسان وہی ہے جو خانہ کعبہ کی عمارت منہدم کرنے کی غرض سے مکہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس طرح سیدہ آمنہؓ اپنی والدۂ ماجدہ کی طرف سے بھی نہایت عالی نسب ثابت ہوتی ہیں۔ گویا جناب وھبؒ، ان کی شریک حیات محترمہ برہؒ اور حضورؐ اقدس سب ایک ہی اصل کی شاخیں تھیں اور حسب نسب میں ممتاز۔

---

(11) "HEROES AND HEROWORSHIP", BY THOMAS CARLYLE.
LONDON, GEORGE ROUTLEDGE AND SONS LTD., P-70.

سیدہ آمنہؑ کی شادی

سیدہ آمنہؑ کا قبیلہ بنو زھرہ قریش کے دوسرے قبائل کے مقابلے میں بنو ہاشم کے سب سے زیادہ قریب تھا- دونوں کے جدامجد ایک ہی تھے یعنی کلاب ابن مرہ- جیسا کہ قبل ازیں بھی بتایا جاچکا ہے کہ کلاب کے بیٹے قصیؒ اور زھرہؒ دونوں آپس میں حقیقی بھائی تھے- دونوں میں زمانہ ء قدیم سے محبت و مودت کے تعلقات قائم تھے- دونوں خاندانوں کے بچے مکہ کی وادیوں اور پہاڑیوں میں کھیلتے اور صحن حرم میں بھی آ بیٹھتے- علاوہ ازیں مختلف تقریبات میں بھی دونوں خاندانوں کے بچے اپنے والدین کے ساتھ ایک دوسرے کے گھروں میں جاتے کیونکہ جناب عبدالمطلبؒ بنو ہاشم کے سردار تھے اور (سیدہ آمنہؑ) کے والد جناب وھبؒ بنو زھرہ کے سردار تھے- دونوں میں ملاقاتیں رہتی تھیں اور قریش کو جب کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو یہ دونوں مشورے کے لئے اکٹھے ہوتے- دونوں قبیلوں کے درمیان تجارتی تعلقات بھی تھے- اس طرح جناب عبداللہؒ بن عبدالمطلبؒ اور سیدہ آمنہؑ بنت وھبؒ ایک دوسرے کے لئے غیر معروف نہیں تھے اور بچپن سے ایک دوسرے کو جانتے تھے' ساتھ کھیلتے رہے تھے- (۱۲)

دونوں خاندانوں کے اس دیرینہ تعلق نے سیدہ آمنہؑ اور جناب عبداللہؒ کو رشتہ ءازدواج میں منسلک کرنے کی راہ مزید ہموار کر دی اور جب حضرت عبدالمطلبؒ نے جناب عبداللہؒ کا رشتہ جناب وھبؒ کی خوش خصال بیٹی (سیدہ آمنہؑ) کے لئے پیش کیا تو انہوں نے بلا تامل قبول کر لیا- ایک روایت کے مطابق

---

(۱۲) "سیدات بیت النبوة"- مولفہ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی (پروفیسر قرآنیات مراکش یونیورسٹی) مطبوعہ قاھرہ- طبع اول- ص ۹۰

ان دنوں سیدہ آمنہؑ اپنے چچا جناب وھیبؒ کی زیر پرورش تھیں اور وہی ان کی تربیت فرما رہے تھے۔ یہ وھیبؒ بھی اپنے بھائی وھبؒ کی طرح نہایت شریف النفس اور اعلیٰ کردار کے حامل سردار تھے اور اپنے قبیلے میں بہت عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت آمنہؑ کی عمر بیس سال کے قریب تھی جب ان کی شادی حضرت عبداللہؒ سے ہوئی۔ قبیلے کے دستور کے مطابق حضرت عبداللہؒ نے تین دن سسرال میں گذارے اور کاشانہ آمنہؑ کو زینت دی پھر یہ نوبیاہتا جوڑا مکہ کے محلہ "زقاق المولد" کے ایک مکان میں جا اترا (۱۳)۔ یہ مکان حضرت عبدالمطلبؒ کی ملکیت تھا جو انہوں نے جناب عبداللہؒ کو عطا کر دیا تھا۔

عظیم ماں

افسوس کہ سیدہ آمنہؑ شادیؑ کے بعد جلد ہی اپنے خوش جمال و خوش خصال شوہر (جناب عبداللہؒ) کی رفاقت سے محروم ہو گئیں۔ شوہر کے انتقال کے بعد آپؑ قریباً چھ سال زندہ رہیں۔ بیوگی کا یہ زمانہ سیدہ آمنہؑ نے بہت ہی صبر و استقلال سے گذارا۔ اگرچہ جناب آمنہؑ اپنے شریف و نجیب اور انتہائی محبت کرنے والے شوہر کی رفاقت سے محروم ہو گئی تھیں مگر انہیں ایک گوہر نایابؐ بھی مل گیا تھا۔ یہی ان کا سب سے بڑا سرمایہ ء حیات تھا اور اسی تعلق خاطر نے انہیں دنیا کی سب سے عظیم خاتون اور سب سے عظیم ماں بنا دیا۔ حضرت عبداللہؓ کی وفات پر قریباً سات ماہ کی مدت گذری ہو گی کہ جناب سیدہ آمنہؑ نے اس

---

(۱۳) علامہ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے اپنی کتاب "مختصر سیرۃ رسولؐ" میں اس محلے کا نام "زقاق المولد" لکھا ہے اور اس کا محل وقوع "شعب بنی ہاشم" قرار دیا ہے (ص ۱۰۹)

فرزندؐ گرامی کو جنم دیا جس کی ذات سے دنیا کا سب سے عظیم روحانی' اخلاقی' معاشی اور سیاسی و سماجی انقلاب وابستہ تھا اور جس کی ذات گرامی سے وہ چشمۂ فیض جاری ہونے والا تھا جس کے لئے بند ہونا مقدر ہی نہیں کیا گیا تھا جس کا نام نامی و اسم گرامی محمد تھا۔ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

سیدہ آمنہؑ پر ملائکہ کا نزول

حضورؐ اقدس ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ سیدہ آمنہؑ پر اسرار روحانی منکشف ہونے لگے۔ انہیں کشوف و رویاء اور الہامات سے نوازا جانے لگا اور ان پر ملائکہ کا نزول شروع ہو گیا۔ انہیں ایک ایسے فرزند کی بشارت دی گئی اور اس کے بارے میں یہ خوش خبری سنائی گئی کہ وہ دنیا کا سردار ہو گا اور بنی نوع انسان کو بتوں کی غلامی سے نجات دے گا اور جو نبی و رسول ہو گا چنانچہ آپؑ خود فرماتی ہیں کہ:۔

> "میں ایسی حالت میں تھی کہ نہ تو سو رہی تھی اور نہ پوری طرح جاگ رہی تھی کہ ایک آنے والا (فرشتہ) میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے تم حاملہ ہو گئی ہو؟ میں نے جواب دیا کہ مجھے علم نہیں۔ اس نے مجھے بتایا کہ تم نے ایسے شخص کو حمل میں لیا ہے جو امت کا سردار اور نبی ہو گا (آپؑ فرماتی ہیں) یہ دوشنبہ کا دن تھا۔ اس کے بعد کچھ مدت خاموشی رہی' لیکن جب ولادت کا وقت قریب آیا تو پھر وہی آنے والا (فرشتہ) آیا اور مجھ سے کہا کہ یہ دعا مانگتی رہو کہ "میں (اپنے) اللہ نے جو واحد اور صمد ہے اس بچے کے لئے پناہ چاہتی ہوں کہ وہ اسے ہر حاسد

کے شر سے محفوظ رکھے"۔ سیدہ آمنہؑ فرماتی ہیں کہ میں اسی طرح دعا مانگا کرتی تھی۔ (۱۴)

زبان رسالتؐ سے تصدیق

سیدہ آمنہؑ نے اپنے فرزندؐ گرامی کی ولادت کے بارے میں جو کچھ دیکھا وہ عام خواب نہیں تھا جیسا کہ بعض عورتیں دیکھ لیا کرتی ہیں بلکہ یہ خدا کی طرف سے خاص بشارت تھی جو انبیاء کی ولادت سے قبل امہاتِ انبیاء کو دی جاتی ہے چنانچہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود اس کی تصدیق کی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ:۔

"میں اپنے باپ (حضرت) ابراہیمؑ کی دعا ہوں (حضرت) عیسیٰؑ ابن مریم کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا وہ "رویا" ہوں جو انہوں نے (ظاہری آنکھ سے) دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک نور نکلا جس میں انہیں شام کے محلات نظر آئے اور انبیاء کی ماؤں کو اسی طرح دکھایا جاتا ہے"۔ (۱۵)

حضورؐ کے اس ارشاد میں رویا کے ساتھ "رات" کا لفظ بھی ہے یعنی میری ماں نے دیکھا' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ آمنہؑ نے یہ منظر سوتے میں نہیں دیکھا بلکہ ظاہری آنکھ سے دیکھا کیونکہ اسی روایت کا دوسرا حصہ اس طرح ہے کہ ----- "انبیاء کی ماؤں کو اسی طرح دکھایا جاتا ہے"۔ یہ حضورؐ اقدس فرما

---

(۱۴) طبقات الکبیر جلد اول۔ ص ۹۸۔ (محمد ابن سعد)

(۱۵) مسند لامام احمد بن حنبل۔ الجلد الرابع۔ ص ۱۲۸۔ المکتب الاسلامی للطباعته والنشر۔ بیروت۔

رہے ہیں۔ اب دیکھئے کہ اس سے قبل انبیاء کی ماؤں کو کس طرح دکھایا گیا؟ قرآن کریم نے حضرت اسحاقؑ، حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی ماؤں کا ذکر کیا ہے جنہیں ان کے ہونے والے بیٹوں کی بشارت دی گئی مگر ان میں سے کسی کو بھی خواب کے ذریعے یہ بشارت نہیں دی گئی بلکہ عین بیداری کے عالم میں دی گئی۔ پس حضورؐ کا یہ فرمانا کہ "نبیوں کی ماؤں کو اسی طرح دکھایا جاتا ہے" ------ ثابت کرتا ہے کہ سیدہ آمنہؓ کو بھی یہ منظر سوتے میں نہیں بلکہ بیداری کی حالت میں دکھایا گیا اور روایات میں جہاں جہاں رویا کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد کشف ہے اور کشف سوتے میں نہیں بلکہ بیداری کی حالت میں دکھایا جاتا ہے۔ اس کی تائید خود سیدہ آمنہؓ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ:

> جب (حضورؐ کی) ولادت کا وقت آیا تو پھر وہی آنے والا آیا اور مجھ سے کہا کہ یہ دعا مانگتی رہو....." (۱۵۔الف)

ظاہر ہے کہ یہ آنے والا اور دعا کے لئے کہنے والا سوائے فرشتے کے اور کون ہو سکتا تھا؟

ایک اور بہت بڑے عالم اور محدث حضرت امام القسطلانیؒ نے اس روایت کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے چنانچہ وہ پوری حدیث اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> "میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں، عیسیٰؑ ابن مریم کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا وہ رویا (کشف) ہوں جو انہوں نے نیند کی حالت میں نہیں بلکہ اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا اور پیغمبروں کی ماؤں کو اسی طرح دکھایا

(۱۵۔الف) طبقات ابن سعد۔ جلد اول۔ ص ۹۸

جاتا ہے"۔(۱۶)

سیدہ آمنہؑ کو غیب کی طرف سے دعا کی تلقین

رسولؐ اقدس کے سب سے پہلے اور سب سے مستند سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ جب حضورؐ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو سیدہ آمنہؑ کو رویا میں بتایا گیا کہ تم ان اشعار کا ورد کرتی رہو۔ (پہلا شعر)

اعیذ بالواحد　　　　من کل شر حاسد (۱۷)

(ترجمہ) "میں اسے (حضورؐ کو) اس کی پناہ میں دیتی ہوں جو واحد و یگانہ ہے کہ وہ اس کی ہر حاسد کے شر سے حفاظت فرمائے' اس حاسد کے شر سے (حفاظت فرمائے) جو ہر اس شخص سے حسد کرتا ہے جس کی کوشش ہوتی ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے اور لوگوں سے بھلائی کرنے میں دوسروں سے آگے نکل جائے۔ اس دنیا میں اس (حضورؐ) کا نزول اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ بندہ ہے اس اللہ کا جس کی تعریف کی کوئی حد نہیں اور جو بہت بڑی شان والا ہے۔ وہ (رسولؐ اقدس) آئے (یعنی دنیا میں اس کا ظہور ہو) یہاں تک کہ میں اسے ان مقامات میں دیکھوں جہاں لوگوں کے اجتماعات ہوتے ہیں۔"

---

(۱۶) "مواھب الدنیه" الجز الاول۔ ص ۲۲۔ مولفه احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانیؒ۔ الطبعته الشرفیه (طنطا) ۱۳۲۶ھ = ۱۹۰۷ء

(۱۷) یہ دعائیہ اشعار علامہ القسطلانیؒ نے اپنی کتاب "مواھب الدنیہ" میں بھی درج کئے ہیں دیکھئے (ص ۲۰)

سیدہ آمنہؓ کا عظیم الشان کشف

جب حضورؐ کی ولادت کا وقت آگیا اور سیدہ آمنہؓ کو درد زہ شروع ہوا تو عین اس وقت آپؓ پر ایک کشفی حالت طاری ہوئی' اس عالم میں آپؓ نے جو کچھ دیکھا وہ خود بیان کیا ہے چنانچہ فرماتی ہیں:-

"میں اپنے مکان میں تنہا تھی اور عبدالمطلبؓ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ میں نے ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنی جیسے کوئی بہت بڑی دیوار گری ہو- یہ آواز سن کر میں ڈر گئی- اس کے بعد میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کا ایک پرندہ اترا اور اس نے اپنے بازو سے میرے دل کے مقام کو مس کیا' اس کے بعد میرا خوف دور ہو گیا اور میرا درد (درد زہ) بھی جاتا رہا- پھر میں نے ایک برتن میں سفید رنگ کا مشروب دیکھا میں نے برتن اٹھا کر یہ مشروب پی لیا- اس کے بعد میں نے ایک نور کو اپنے قریب آتے دیکھا جو بہت بلند تھا- پھر میں نے کھجور کے درخت کی طرح دراز قد عورتیں دیکھیں یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ عبدمناف کی بیٹیوں میں سے ہوں- یہ عورتیں میرے چاروں طرف جمع ہو گئیں- ان عورتوں کو دیکھ کر مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ انہیں میرا حال کیونکر معلوم ہو گیا-

ایک دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ سیدہ آمنہؓ فرماتی ہیں ان عورتوں میں سے بعض نے بتایا کہ ہم فرعون کی بیوی آسیہؓ اور عمران کی بیٹی مریمؑ ہیں اور ہمارے ساتھ جو عورتیں ہیں یہ (جنت کی) حوریں ہیں- سیدہ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے ساتھ ہی وہ خوفناک آواز پھر آنے لگی جو ابتداء میں آئی تھی اور مجھ پر پھر تکلیف کا وقت آگیا- اسی دوران میں نے سفید رنگ کا ایک ریشمی کپڑا دیکھا پھر اچانک میں نے ایک آواز سنی جیسے کوئی کہہ رہا ہو کہ جس وقت یہ (حضورؐ) پیدا ہوں تو تم انہیں لوگوں کی نگاہوں سے چھپا لو- سیدہ آمنہؓ فرماتی ہیں

کہ (پھر) میں نے کچھ مردوں (ملائکہ) کو دیکھا جن کے ہاتھوں میں پانی کی نقرئی چھاگلیں تھیں اور وہ ہوا میں کھڑے ہوئے تھے۔

رسولؐ اقدس کی ولادت باسعادت

سیدہؑ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد کیا دیکھتی ہوں کہ پرندوں کا ایک غول آیا اور وہ اتنا قریب آ گیا کہ انہوں نے میرے مکان کو ڈھانپ لیا۔ ان پرندوں کی چونچیں زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے سے پردے اٹھا دیئے۔ زمین کا مشرق اور مغرب میرے سامنے آ گئے۔ میں نے دیکھا کہ تین جھنڈے گڑے ہوئے ہیں۔ ایک جھنڈا جانب مشرق دوسرا جانب مغرب اور تیسرا کعبۂ مکرم کی پشت پر نصب تھا۔ سیدہ آمنہؑ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد مجھے وہ درد شروع ہو گیا جو بچے کی وِلادت کے وقت ہوتا ہے اور پھر حضورؐ اقدس دنیا میں تشریف لے آئے۔ (اس کے بعد پھر آپؑ پر کشفی حالت طاری ہو گئی)۔ فرماتی ہیں پھر میں نے دیکھا کہ (حضورؐ) سجدے میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنی دونوں انگشت ہائے شہادت کو آسمان کی طرف عاجزی سے اٹھایا ہوا ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ سفید رنگ کا ابر آسمان سے آیا اور اس نے حضورؐ اقدس کو چھپا لیا اور آپؐ مجھ سے غائب ہو گئے۔ پھر میں نے ایک آواز سنی، کوئی کہہ رہا تھا کہ اس (رسولؐ اقدس) کو زمین کے شرقی اور غربی اطراف کا طواف کراؤ اس کے بعد وہ سفید ابر آپؐ پر سے ہٹ گیا۔

جناب خطیبؒ بغدادی نے اس حدیث کی روایت اپنی سند کے ساتھ اس طرح کی ہے کہ سیدہ آمنہؑ نے فرمایا کہ جب میں نے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو اپنے بطن مبارک سے جدا کیا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک زبردست ابر چھا گیا جس میں سے نور پھوٹ رہا تھا۔ اس ابر میں سے کبھی گھوڑوں کے ہنہنانے

اور کبھی پرندوں کے پروں کی حرکت کی آوازیں آتی تھیں اور کبھی میں ایسے فرشتوں کے کلام کرنے کی آوازیں سنتی تھی جن کی صورتیں مردوں کی سی تھیں حتیٰ کہ اس ابر نے آپؐ کو چھپالیا اور آپؐ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اتنے میں مجھے ایک آواز آئی کوئی شخص کہہ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو ساری دنیا کا طواف کراؤ اور ہر ایک ذی روح کے سامنے اسے لے جاؤ یعنی انسان' حیوان اور جن اور ملائکہ سب کے روبرو کرو۔

(پھر آواز دینے والے یعنی فرشتے نے کہا کہ) حضرت آدمؑ کے اخلاق' حضرت شیثؑ کی معرفت' حضرت نوحؑ کی شجاعت' حضرت ابراہیمؑ کی خلیلی' حضرت اسماعیلؑ کی زبان' حضرت اسحاقؑ کی رضا' حضرت صالحؑ کی فصاحت بیان' حضرت لوطؑ کی حکمت' حضرت یعقوبؑ کی بشارت' حضرت موسیٰؑ کی قوت' حضرت ایوبؑ کا صبر' حضرت یونسؑ کی فرماں برداری' حضرت یوشعؑ بن نون کا جذبہ جہاد' حضرت داوٗدؑ کا لحن' حضرت دانیالؑ کی محبت' حضرت الیاسؑ کا وقار' حضرت یحییٰؑ کی عصمت اور حضرت عیسیٰؑ کا زہد اس (حضورؐ اقدس) میں یک جا کر دو۔(۱۸)

سیدہ آمنہؑ کے کشف کی حقیقت

سیدہ آمنہؑ نے حضورؐ اقدس کی ولادت کے وقت جو کشف دیکھا تھا دراصل اس کشف کے ذریعے سیدہؑ کو بشارت دی گئی تھی کہ ان کے بطن مبارک سے جو فرزند پیدا ہو رہا ہے وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہے بلکہ یہ وہ بزرگ ترین ہستی ہے جو ساری دنیا کو نور سے بھر دے گی' جس کا وجود نورانی بھی ہے اور نور تقسیم

---

(۱۸)"مواهب الدینہ"۔ ص ۲۱۔ مولفہ علامہ القسطلانیؒ و خصائص الکبریٰ" ص ۴۷۔ مولفہ امام جلال الدین سیوطیؒ۔

کرنے والا بھی ہے، جس سے مشرق و مغرب میں آباد قومیں برکت پائیں گی، جو انسانوں اور حیوانوں سب کے لئے رحمت و شفقت کا پیکر بن کر ظاہر ہو گا جس میں سارے انبیاء کے کمالات جمع کر دیئے جائیں گے۔ جس پر بڑے بڑے مصائب کے طوفان امنڈ امنڈ کر آئیں گے مگر اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ کے ذریعے اس کی تائید فرمائے گا اور مصیبت کا ہر طوفان پارۂ ابر کی طرح اڑ جائے گا اور آخر کار اسی کی عظمت و کامرانی کا سورج ضو فگن ہو گا۔ وہ غلاموں کا دستگیر ہو گا، جبر کے پتھروں تلے سسکتی ہوئی صنف نازک کو آزادی اور عزت کے مرتبے پر فائز کرے گا، غلاموں کو حروں (آزادوں) کا آقا بنا دے گا۔ انسانیت کو سربلند کرے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ایسا ہی ہوا اور سیدہ آمنہؓ کا یہ کشف لفظ بلفظ پورا ہوا۔ سرور کائنات، فخر موجودات، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انسانیت کے نجات دہندہ کی حیثیت سے ظاہر ہوئے۔ آپؐ کی مقدس تعلیم، آپؐ کے اوصاف حمیدہ اور آپؐ کے پاکیزہ تر کردار نے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ساری دنیا میں ایک ایسا روحانی، اخلاقی، معاشی اور سماجی و سیاسی انقلاب برپا کر دیا کہ جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھی تھی اور نہ آئندہ کبھی دیکھ سکے گی۔

سیدہ آمنہؑ کو حضورؐ کا نام رکھنے کی ہدایت

عام طور سے کہا جاتا ہے کہ حضورؐ اقدس کا اسم مبارک (محمدؐ) جناب عبدالمطلبؓ نے تجویز کیا تھا مگر یہ درست نہیں۔ انہوں نے اس نام کا اعلان ضرور کیا تھا مگر تجویز نہیں کیا تھا۔ چنانچہ سیدہ آمنہؓ خود فرماتی ہیں:۔

"جس وقت مجھے حمل ہوا تو کسی (فرشتے) کی آواز آئی کہ تم ایسے شخص کی امانت دار بنی ہو جو (اپنی) امت کا سید

(سردار) ہو گا۔ اس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ پیدا ہو گا تو اس کے ساتھ ایسا نور نکلے گا جس سے شام میں بصریٰ کے محل روشن ہو جائیں گے۔ جس وقت یہ بچہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا" (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)۔(۱۹)

گویا سیدہ آمنہؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے صرف بیٹے کی بشارت ہی نہیں دی گئی بلکہ یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ یہ بیٹا بڑی شان والا ہو گا' خدا کا نبی و رسول ہو گا' سردار امت ہو گا' شام اور اس کے مضافات بھی اس کے قبضہ اقتدار میں ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بیٹے کا نام بھی تجویز کر دیا گیا اور سیدہ آمنہؑ کو بتا دیا گیا کہ اس فرزندِ سعید و کبیر کا نام محمدؐ رکھنا۔ گویا حضور کا نام اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمایا تھا جس طرح حضرت یحییٰ' حضرت عیسیٰؑ اور ان سے پہلے حضرت یعقوب کے نام (اسرائیل) اللہ تعالیٰ ہی نے تجویز فرمائے تھے۔ پس سیدہ آمنہؑ نے جناب عبدالمطلبؒ کو اس نام کی اطلاع دی تھی اور انہوں نے خانہ کعبہ میں اس نام کا اعلان کیا تھا۔

جہاں تک جناب عبدالمطلبؒ والی روایت کا تعلق ہے کہ حضورؐ کا نام (محمدؐ) انہوں نے رکھا تھا تو اس کی حقیقت پر غور نہیں کیا گیا۔ ایک بہت بڑے مورخ اور حضورؐ اقدس کے مستند سیرت نگار نے لکھا ہے کہ:۔

"حضرت عبدالمطلبؒ کے ایک بیٹے قثم نامی تھے جو نو سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ جب حضورؐ اقدس کی ولادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلبؒ نے جنہیں اپنے بیٹے کی وفات کا بہت دکھ ہوا تھا (اس کی یاد میں) حضورؐ کا نام قثم رکھ دیا۔

---

(۱۹) خصائص الکبریٰ۔ ص ۴۶ (علامہ جلال الدین سیوطی) و سیرت ابن اسحاق۔

جب سیدہ آمنہؑ کو معلوم ہوا کہ ان کے نوزائیدہ فرزند کا نام "قثم" رکھا گیا ہے تو آپؑ نے حضرت عبدالمطلبؓ کو پیغام بھیجا کہ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ اس بچے کا نام محمدؐ رکھو۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب نے حضور کا یہی نام رکھ دیا یعنی محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)۔(۲۰)

گویا اس روایت سے بھی تصدیق ہو گئی کہ حضورؐ اقدس کا اسم مبارک محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمایا تھا' فرشتے کے ذریعے سے اس کی اطلاع پانے کی سعادت سیدہ آمنہؑ کو نصیب ہوئی اور اس نام کا اعلان کرنے کا شرف حضرت عبدالمطلبؓ کو حاصل ہوا۔

سیدہ آمنہؑ کی حضرت مریمؑ سے مماثلت

عجیب اتفاق ہے بلکہ یہ اتفاق بھی نہیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سارے معاملے میں تصرف الٰہی کام کر رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل آپؑ کی والدہ ماجدہ سیدہ مریمؑ کے پاس بھی ایک فرشتہ آتا ہے اور آپؑ کو بشارت دیتا ہے کہ:۔

"اے مریم! خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے ○ اور دیکھ تو حاملہ ہو گی اور تیرے بیٹا پیدا ہو گا۔ اس کا نام یسوع رکھنا ○ وہ بزرگ ہو گا.... اور خداوند خدا اس کے باپ داؤدؑ کا تخت اسے دے گا" (۲۱)

---

(۲۰) السیرۃ الحلبیہ۔ جلد اول۔ ص ۷۶

(۲۱) لوقا کی انجیل باب ۱۔ آیت ۳۰ تا ۳۲

دوسری طرف سیدہ آمنہؓ کو بھی عین عالم بیداری میں خبر دی گئی۔ روایت کے الفاظ ہیں "کسی نے خبر دی" ظاہر ہے کہ غیب کی خبر محلے والے یا ہمسائے تو نہیں دیا کرتے۔ یہ خبر فرشتے ہی نے دی تھی کہ (اے آمنہ!) آج کی رات تم جس حمل کی امانت دار بنی ہو یہ امت کا سردار ہو گا۔ اس کی ولادت کے وقت شام اور اس کے مضافات میں واقع محلات تمہیں دکھائے جائیں گے۔ ساتھ ہی فرشتے نے یہ بھی ہدایت کر دی کہ اس کا نام محمدؐ رکھنا۔ گویا سیدہ مریمؑ کو بھی ایک بیٹے کی بشارت دی گئی اسے بھی بزرگ (سردار) قرار دیا گیا۔ دوسری طرف سیدہ آمنہؓ کو بھی بتایا گیا کہ تم حاملہ ہو گئی ہو اور تمہیں ایک ایسا بیٹا دیا جائے گا جو اپنی امت کا سردار ہو گا۔ سیدہ مریمؑ کو بھی ان کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے کا نام بتا دیا گیا کہ "یسوع" رکھنا۔ ادھر حضرت آمنہؓ کو بھی ان کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے کا نام بتا دیا گیا کہ محمدؐ رکھنا۔ سیدہ مریمؑ کو بھی بشارت دی گئی کہ تمہارے بطن سے جو بیٹا پیدا ہو گا اس کے ذریعے سے حضرت داؤدؑ کی بادشاہت قائم کی جائے گی اور دوسری طرف سیدہ آمنہؓ کو بھی بشارت دی گئی کہ شام اور اس کے مضافات یعنی عراق اور ایران تک کے محلات ان کے عالی مرتبت فرزند گرامی (حضورؐ اقدس) کے غلاموں کے قبضے میں آ جائیں گے۔

کیا دونوں ماؤں کو دی جانے والی بشارتیں من و عن پوری نہیں ہو گئیں؟ یہ درست ہے کہ جناب مسیحؑ خود تو حضرت داؤدؑ کی ظاہری بادشاہی قائم نہیں کر سکے مگر آپؑ کے بعد آپؑ کے نام لیواؤں نے اس پیشگوئی کو پورا کر دیا اور ایک دنیا پر حضرت مسیحؑ کی عظمت کا علم لہرا دیا۔ اسی طرح حضورؐ اقدس کے زمانے میں اور آپؐ کے ذریعے براہ راست شام و عراق پر اسلامی حکومت قائم نہ ہو سکی مگر حضورؐ اقدس کے بعد آپؐ کے غلاموں نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو پامال کر کے ان کے محلات پر اسلام کا علم لہرا دیا اس طرح حضورؐ اقدس کا یہ ارشاد پورا ہو گیا کہ:۔

"میں اپنی ماں کا وہ رویا (کشف) ہوں جو انہوں نے نیند کی حالت میں نہیں بلکہ اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا اور پیغمبروں کی ماؤں کو اسی طرح دکھایا جاتا ہے"۔ (۲۲)

کتنا بڑا شرف تھا جو سیدہ آمنہؑ کو نصیب ہوا۔ کیا دنیا کی تاریخ میں کوئی خاتون ہے جو اس شرف میں سیدہ آمنہؑ کی شریک ہو؟ کیا حضورؐ اقدس سے بڑی ہستی اور آپؐ سے زیادہ عظیم پیغمبر کو کسی ماں نے جنم دیا؟

سیدہ آمنہؑ کی حضورؐ کے لئے دعا

شرفائے قریش کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کو پیدا ہونے کے بعد جتنی جلد ممکن ہوتا تھا ان بدوی قبائل میں بھیج دیتے تھے جو صحراؤں میں آباد تھے تاکہ کھلی اور صحت بخش فضا میں بچوں کی اچھی طرح نشوونما ہو سکے اور وہ فصاحت زبان اور عربوں کی وہ خصوصیات ان میں پیدا ہو سکیں جو بدوی قبائل سے خاص تھیں کیونکہ شہروں میں مختلف اقوام کے لوگوں کی آمدو رفت رہنے کی وجہ سے وہاں کے باشندوں کی زبان بھی متاثر ہوتی تھی اور عادات و اطوار بھی مگر بدوی لوگ چونکہ شہروں سے دور اور شہری آبادی سے الگ تھلگ رہتے تھے اس لئے ان میں عربوں کی مخصوص فصاحت و بلاغت، صحت زبان اور عرب روایات پوری طرح محفوظ اور اپنی اصل حالت میں موجود رہتی تھیں۔ اس مقصد کے لئے بدوی عورتیں جو اپنے حسب نسب کے اعتبار سے نہایت شریف ہوتی تھیں شہروں میں آتیں اور نوزائیدہ بچوں کو اپنے ہمراہ لے جاتی تھیں، انہیں دودھ پلاتیں اور ان کی پرورش کرتی تھیں اس طرح انہیں اس خدمت کا معقول

---

(۲۲) "مواھب الدینہ"۔ ص ۲۲ (علامہ القسطلانی)

معاوضہ مل جاتا تھا۔

جس سال حضورؐ اقدس پیدا ہوئے اس سال بھی معمول کے مطابق صحرائی قبائل کی دس شریف عورتیں مکہ آئیں اور نوزائیدہ بچوں کو اپنے ہمراہ لے گئیں۔ ان میں سے ایک محترم خاتون حلیمہؓ تھیں جو قبیلہ بنو سعدین بکر سے تعلق رکھتی تھیں۔ یہ بڑا ہی معزز اور بہادر قبیلہ تھا اور خود حلیمہؓ نہایت نجیب الطرفین اور شریف خاتون تھیں۔ انہیں حضورؐ اقدس کو اپنے ساتھ لے جانے، آپؐ کو دودھ پلانے اور آپؐ کی پرورش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ روایات کے مطابق سیدہ آمنہؓ نے حضورؐ کو ایک ماہ دودھ پلایا تھا کہ حلیمہؓ آگئیں اور حضورؐ اقدس کو اپنی گود میں لے لیا۔ (X) جب حضرت حلیمہؓ آپؐ کو لے کر جانے لگیں تو سیدہ آمنہؓ نے حلیمہؓ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ "اے دایہ اس بچے کی طرف سے مطمئن رہو کہ اس کی بڑی شان ہوگی"۔ جب حلیمہؓ حضورؐ کو لے کر جانے لگیں تو سیدہ آمنہؓ نے آپؐ کے لئے ان الفاظ میں دعا کی:۔

اعیذ باللہ ذی الجلال من شرما مر علی الجبال
حتی اراہ حامل الحلال و یقبل العرف الی الموال
وغیرہم من حشوۃ الرجال (۲۴)

(ترجمہ) "میں اپنے بچے کو خدائے ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں، اس شر سے جو پہاڑوں میں پلتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اونٹ پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور درماندہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے والا ہے"۔

(X) ایک روایت کے مطابق ابولہب کی آزاد کردہ کنیز جناب ثویبہؓ کو بھی چند روز حضورؐ کو دودھ پلانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ واللہ اعلم (مولف)

(۲۴) رحمتہ للعالمین جلد دوم۔ ص ۱۰۳ مولفہ سید سلمان منصورپوری۔

سیّدہ آمنہؓ کا سفر آخرت

حضورؐ اقدس سیّدہ آمنہؓ سے دور دو سال تک صحرا کی کھلی آب و ہوا میں پرورش پاتے رہے۔ دو سال گذر جانے کے بعد حلیمہؓ سعدیہ آپؐ کو واپس لے آئیں مگر ایک روایت کے مطابق ان دنوں مکہ میں کوئی وبا پھیلی ہوئی تھی اس لئے سیدہ آمنہؓ نے حضورؐ کو پھر حلیمہؓ سعدیہ کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ دو سال آپؐ پھر صحرا میں رہے اور جب حضورؐ کی عمر چار سال کی ہو گئی تو حلیمہ سعدیہؓ حضرت آمنہؓ کی امانت آپؓ کے سپرد کر گئیں اس کے بعد حضورؐ اپنی والدۂ ماجدہ کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے یہاں تک کہ حضورؐ کی عمر مبارک چھ سال تین ماہ کی ہو گئی۔ اسی اثنا میں سیدہ آمنہؓ کو سفر یثرب (مدینہ) پیش آیا۔ آپؓ ہر سال اپنے شوہر حضرت عبداللہؓ کی قبر کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں چنانچہ اسی معمول کے مطابق آپؓ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گئیں۔ اس وقت آپؓ پوری طرح صحتمند تھیں۔ تجارتی قافلے کے ساتھ یہ ایک اور مختصر سا قافلہ "الحادی" نامی رہبر کی رہنمائی میں روانہ ہوا۔ یہ قافلہ دو اونٹوں، ایک رہبر، سیدہ آمنہؓ، حضورؐ انور اور خادمہ حضرت ام ایمنؓ پر مشتمل تھا۔ مدینہ پہنچ کر سیدہ آمنہؓ اس مکان میں اتر گئیں جو حضرت عبداللہؓ کے ننھیال(X) کا مکان تھا اور جس میں حضرت عبداللہؓ کی قبر تھی۔ سیدہ آمنہؓ یہاں قریباً ایک ماہ مقیم رہیں اور پھر حضورؐ اقدس اور خادمہ ام ایمنؓ کو ساتھ لے کر واپس مکہ روانہ ہو گئیں۔ ابھی قافلہ مدینہ اور مکہ کے درمیان ہی میں تھا کہ اچانک بیمار ہو گئیں۔ کمزوری روز بروز بڑھتی گئی حتیٰ کہ درد سر نے اتنی شدت اختیار کی کہ آپؓ کے سر کو

(X) حضرت عبداللہؓ کے دادا جناب ہاشمؓ کی بیوی سلمیٰ بنت عمرو مدینہ کی رہنے والی تھیں (مولف)

"صوف" نامی کپڑے سے باندھنا پڑا۔ بخار سخت تھا اور اتنا سخت کہ کچھ دیر کے لئے غشی طاری ہو گئی چونکہ آخری وقت آ چکا تھا اس لئے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی اور چند روز بیمار رہ کر دنیا کی یہ سب سے عظیم خاتون جس نے دنیا کی سب سے بڑی ہستی کو جنم دیا تھا اپنے رب کے پاس چلی گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ نے ۲۵ سال کے قریب عمر پائی۔ آپؓ کی وفات جولائی ۵۷۱ء میں ہوئی۔ بعض روایتوں میں عمر تیس سال بھی بیان کی گئی ہے۔

سیّدہ آمنہؓ کا مقام وفات

سیّدہ آمنہؓ نے جس مقام پر وفات پائی اس کا نام "الابوا" ہے اور اسے تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ شہرہ آفاق مورخ یاقوت حموی نے "ابوا" کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "کسی زمانے میں اس مقام پر کوئی وبائی مرض پھیلا تھا اس لئے اس شہر کا نام "ابوا" مشہور ہو گیا۔ دوسری روایت کے مطابق مشہور عرب شاعر "کثیّر" سے جب ابوا کی وجہ تسمیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ چونکہ یہاں قافلے پڑاؤ کیا کرتے تھے اس لئے اس کا نام ابوا پڑ گیا کیونکہ "بوا" کے معنی ٹھہرنے اور قیام کرنے کے ہیں۔ یاقوت حموی اس مقام کا تعین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ مقام مدینہ سے مکہ کو جاتے ہوئے راستے میں آتا ہے اور "جحفہ" سے اس کا فاصلہ ۲۳ میل ہے یہ ایک خشک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ (۲۴)

---

(۲۴) "معجم البلدان"۔ جلد اول۔ ص ۷۹۔ مولفہ یاقوت حموی (ایڈیشن ۱۹۵۵ء) بیروت۔ دار صادر۔

ہمارے عہد کے ایک مصنف نے "ابوا" اور اس کے مضافات کا خود دورہ کرکے جو کوائف درج کئے ہیں ان کے مطابق "ابوا" کا علاقہ ۱۲ کلومیٹر طویل اور ۳ کلومیٹر عریض (چوڑا) ہے۔ بعض جگہوں سے کشادہ اور بعض جگہوں سے تنگ ہے۔ شمال کی جانب سے اسے پہاڑ نے گھیر رکھا ہے اور جنوب کی سمت سیاہ ٹیلے اسے گھیرے ہوئے ہیں جن کی لمبائی قریباً پانچ سو میٹر ہے۔ اس کے اوپر ایک بہت بڑا حوض ہے (غالباً تالاب مراد ہے۔ مولف) جس میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ زراعت اور باغبانی کے لئے اگر بارش کا پانی کافی نہ ہو تو پھر ٹیوب ویل کے ذریعے آب پاشی کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے ۱۵۰ ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں۔ ابوا میں کھجور، باجرہ، جوار، ٹماٹر، بیگن، گھیاکدو (لوکی) میٹھا کدو، تربوز اور خربوزے وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ گائیں، بکریاں اور مرغیاں بکثرت ہیں۔ لوگ باز کے ذریعے پرندوں کا شکار کرتے ہیں۔

"ابوا" کی آبادی پانچ ہزار نفوس پر مشتمل ہے لوگوں کی گذر اوقات کھیتی باڑی اور مویشی پالنے پر ہے۔

ابوا میں داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ کی طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی پر سیدہ آمنہؑ کی قبر ہے جو دور سے نظر آجاتی ہے کیونکہ اس کے چاروں طرف ایک میٹر یعنی قریباً تین فٹ بلند پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ پہاڑ کے اوپر اور نیچے (یا) اس کے قرب و جوار میں کوئی دوسری قبر نہیں ہے۔ (۲۵)

---

(۲۵) تاریخ مکۃ المکرمہ جلد اول۔ ص ۲۱۸، ۲۱۹۔ مولفہ محمد عبدالمعبود۔ (مطبوعہ راولپنڈی پاکستان)

''ابوا'' کی تاریخی حیثیت

کیا یہ ایک تاریخی حقیقت نہیں کہ جس مقام کو حضورؐ اقدس کی والدہ ماجدہ کے مدفن بننے کا اعزاز حاصل ہوا وہی مقام تاریخ میں اس اعتبار سے بھی امر ہو گیا کہ حضورؐ کے غزوات کا آغاز اسی مقام سے ہوا۔ چنانچہ ہجرت کے بعد آپؐ کو مدینہ میں قیام کئے ہوئے گیارہ ماہ ہوئے تھے کہ حضورؐ کو اطلاع دی گئی کہ قریش کا ایک قافلہ ادھر سے گذرنے والا ہے۔ اس اطلاع پر آپؐ نے ایک لشکر منظم کیا جس میں صرف مہاجرین شریک تھے۔ لشکر کا علم آپؐ نے حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کو عطا فرمایا اور حضرت سعدؓ بن عبادہ انصاری کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرما کر حضورؐ ''ابوا'' کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابوا پہنچ کر آپؐ نے یہاں چند روز قیام فرمایا مگر جنگ کی نوبت نہ آئی۔ مورخ ابن سعد نے لکھا ہے کہ تاریخ اسلام میں یہ پہلا غزوہ ہے جس کی قیادت خود حضورؐ نے فرمائی یعنی غزوۂ ابوا۔

قبرِ آمنہؓ کی برکت

جس طرح حضورؐ نے مدینہ تشریف لا کر اہل مدینہ سے ایک معاہدہ کیا تھا جسے ''میثاق مدینہ'' کہتے ہیں اسی طرح ''غزوۂ ابوا'' کے موقع پر حضورؐ نے ''ابوا'' اور اس کے مضافات مثلاً ''ودان'' وغیرہ میں آباد قبائل کے سرداروں سے ایک معاہدہ کیا۔ ان میں ''بنو ضمرہ'' خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان کا سردار مخشی بن عمرو الضمری تھا' اس نے اپنے قبیلے کی طرف سے حضورؐ کے ساتھ ہونے والے معاہدے پر دستخط کئے تھے اس معاہدے کی رو سے طے پایا کہ نہ حضورؐ بنو ضمرہ سے جنگ کریں گے اور نہ بنو ضمرہ آپؐ سے جنگ کریں گے' نہ

آپؐ کے دشمنوں کی امداد کریں گے۔ (۲۶)

اس طرح "ابوا" امن میں آگیا' شاید یہ سیدہ آمنہؓ کے وجودِ مبارک کی برکت تھی کیونکہ "آمنہ" کے معنی ہیں "جو امن میں آگئی ہو"۔ چنانچہ سیدہ آمنہ کے وجود مسعود کی برکت سے "ابوا" امن میں آگیا کیونکہ یہاں وہ ہستی محو خواب تھی جسے اس کے نام کے اعتبار سے بھی امن دیا گیا تھا۔

قبر آمنہؑ کو بے حرمت کرنے کا ناپاک منصوبہ

سیدہ آمنہؑ کے نام کی برکت ایک بار پھر ظاہر ہوئی اور معجزانہ طور پر ظاہر ہوئی۔ یہ وقت وہ تھا جب مشرکین مکہ کا لشکر مقتولین بدر کا انتقام لینے کی غرض سے مدینہ پر حملہ کرنے جا رہا تھا۔ یہ لشکر جب "ابوا" کے قریب پہنچا تو ھندہ بنت عتبہ نے جو لشکر کے ساتھ تھی یہ (ناپاک) منصوبہ بنایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو ایذا دینے اور مسلمانوں کو ذلیل کرنے کا اس سے بہتر طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اُمِ محمدؐ کی قبر کو کھود ڈالا جائے۔ اس کا خیال تھا کہ یہ امر قریش مکہ کے لئے بہت بڑے فخر کا باعث ہو گا کہ انہوں نے مقتولین بدر کا انتقام اس طرح بھی لیا کہ بطل اسلام (حضورؐ پاک) کی ماں کی قبر کو بے حرمت کر دیا۔

ہندہ نے اپنے شوہر ابو سفیان بن حرب سے اپنے اس (ناپاک) منصوبے کا ذکر کیا اور کہا کہ قبر آمنہؑ کو کھودنے کے نتیجے میں اگر ہمارے کچھ لوگ گرفتار بھی ہو گئے تو میں ان سب کا فدیہ اپنے پاس سے ادا کر دوں گی۔ ابو سفیان اپنی بیوی کے اس ناپاک منصوبے کی اطلاع پا کر خوفزدہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس باب کو نہ

---

(۲۶) "طبقات الکبیر" جلد دوم۔ ص ۸۔ مولفہ محمد بن سعد

کھولو (یعنی ایسے فتنے کا آغاز نہ کرو) گویا ابو سفیان نے محسوس کر لیا کہ اگر اس کے لشکر نے اس قبیح ترین اور شرمناک فعل کا ارتکاب کیا تو وہ ابن آمنہؓ (یعنی حضورؐ اقدس) اور مسلمانوں کے لشکر کے غیظ و غضب کا بہت بری طرح نشانہ بنیں گے (کہ انہیں کہیں پناہ نہیں مل سکے گی) پس مشرکین مکہ کا لشکر سیدہ آمنہؓ کی قبر کو نقصان پہنچائے بغیر گذر گیا (اور سیدہ آمنہؓ امن میں رہیں) (۲۷)

سیدہ آمنہؓ بیوی کی حیثیت سے

سیدہ آمنہؓ کو اگرچہ اپنے پیارے اور عزیز شوہر جناب عبداللہؓ کے ساتھ زیادہ وقت گذارنے کا موقع نہیں مل سکا- یہ مدت چند روز' دوسری روایت کے مطابق چند ماہ سے زیادہ نہ تھی مگر اس تھوڑی سی مدت ہی میں سیدہ آمنہؓ کو اپنے شوہر سے غیر معمولی محبت ہو گئی تھی- وہ ایک وفاشعار بیوی کی طرح ان کی بڑی قدرداں تھیں- سیدہ آمنہؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہایت پاکیزہ دل' دوسرے الفاظ میں قلب سلیم عطا ہوا تھا جس پر ان کے شوہر کی محبت اور شخصیت کا نقش اس طرح مرتسم ہوا کہ پھر کبھی نہ مٹ سکا-

حضرت عبداللہؓ اور سیدہ آمنہؓ کے خانگی تعلقات میں جو بے مثال ہم آہنگی اور دونوں میں ایک دوسرے کے ساتھ جو شیفتگی پائی جاتی تھی اس میں حضرت عبداللہؓ کی شخصیت اور پاکیزہ کردار کو بھی بہت دخل تھا- وہ اپنے غیر معمولی مردانہ حسن و جمال اور شجاعت و مردانگی کے علاوہ اس وقت مکہ کے عظیم ہیرو

---

(۲۷) "سیدات بیت النبوۃ"- مولفہ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی (پروفیسر قرآنیات مراکش یونیورسٹی) ص ۱۷۵- مطبوعہ قاہرہ-

بن گئے جب ان کے لئے سو اونٹوں کا فدیہ دیا گیا- یہ مکہ کی تاریخ کا منفرد واقعہ تھا کہ ایک نوجوان قتل ہونے کے لئے جا رہا تھا مگر مشیت ایزدی نے اسے بچانے کا فیصلہ کیا اور اس کے عوض سو اونٹ ذبح کر دیئے گئے اس طرح جناب عبداللہؓ حضرت اسماعیلؑ کے بعد ذبیح ثانی بن گئے یوں ان کی شخصیت میں غیر معمولی کشش پیدا ہو گئی-

جناب عبداللہؓ کی شخصیت کی اس کشش نے بھی مکہ کی بہت سی نوخیز اور حسین دوشیزاؤں کو ان کا گرویدہ بنا دیا تھا جن میں سے بعض ان سے شادی کرنا اور بعض انہیں اپنی سفلی خواہشات کی تسکین کا ذریعہ بنانا چاہتی تھیں مگر حضرت عبداللہؓ نے بڑے پاکیزہ کردار کا مظاہرہ کیا اور اپنے دامن کو ہر قسم کی معصیت سے محفوظ و بے داغ رکھا- ظاہر ہے کہ یہ واقعات سارے مکہ میں مشہور ہو چکے تھے اور سیدہ آمنہؓ بھی ان سے بے خبر نہ تھیں- جب ایسے پاکباز، خوش خصال اور آہنی کردار کے حامل شخص کو ان کے رفیق حیات کی حیثیت سے منتخب کیا گیا تو انہوں نے اپنی خوش بختی پر جتنا بھی فخر و ناز کیا ہو کم تھا پس وہ حضرت عبداللہؓ کو ایک مثالی شوہر سمجھتی تھیں اور ان کی قدر کرتی تھیں ان سے ایک لمحے کی جدائی بھی انہیں گوارا نہ تھی- عہد جدید کے بعض عرب مورخوں (۲۸) نے سیدہ آمنہؓ اور جناب عبداللہؓ کے خانگی تعلقات کا جو دلکش نقشہ کھینچا ہے اگر اس میں سے مبالغہ آمیز حصے نکال بھی دیئے جائیں تو بھی اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ دونوں کے مزاج میں بہت ہم آہنگی تھی، دونوں ایک دوسرے کے سچے قدرداں، سچے رفیق اور ہمدم و ہمراز تھے جنہیں ہم زیادہ صحیح الفاظ میں مثالی میاں بیوی کہہ سکتے ہیں جن کی نجی اور گھریلو زندگی نہایت پرسکون اور جنت کا نمونہ تھی-

---

(۲۸) بنت الشاطی اور فائدالعمروسی-

یہی وجہ ہے کہ سیدہ آمنہؑ نے حضرت عبداللہؓ کی وفات کے بعد چھ سال کی مدت اپنے مرحوم شوہر کی یاد میں بسر کر دی اور دوسری شادی کا تصور تک نہ کیا حالانکہ یہ کوئی گناہ نہ تھا اور نہ کوئی معیوب بات تھی بلکہ عرب عورتیں تو بیوہ ہونے کے بعد یکے بعد دیگرے تین تین شادیاں کرتی تھیں بلکہ شاید بعض نے اس سے بھی زیادہ کی ہوں اور عرب معاشرے میں یہ قطعاً" عیب تھا نہ کسی معاشرے میں اسے عیب ہونا چاہئے۔ حضرت آمنہؑ تو بیوگی کے وقت بھرپور جوان تھیں، پھر خاندان بھی عالی نسب تھا، اپنے ذاتی اوصاف کے اعتبار سے بھی صاحب شرف تھیں اور معاشرے میں انہیں بہت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ مکہ کے شریف خاندانوں کے خوش خصال نوجوانوں نے پچیس سالہ آمنہؑ سے شادی کی خواہش کا اظہار نہ کیا ہو مگر جو خاتون رسولؐ معظم کی ماں بننے کا شرف حاصل کر چکی تھی شاید اس نے اپنی شان کے شایاں نہ سمجھا کہ کسی دوسرے مرد کی زوجیت میں جاتی۔ پس سیدہ آمنہؑ نے اپنی باقی زندگی بیوگی کی حالت اور اپنے اس شوہر کی یاد میں گذار دی جسے دنیا کی سب سے عظیم ہستی کا والد گرامی ہونے کا شرف حاصل تھا۔

شوہر کی یاد میں جناب آمنہؑ کے اشعار

حضرت عبداللہؓ کی وفات کے موقع پر سیدہ آمنہؑ نے اپنے پیارے شوہر کا جو مرثیہ لکھا تھا اس کے بعض اشعار تاریخ و سیرت کی کتابوں میں محفوظ رہ گئے ہیں ان کے مطالعے سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے کتنی محبت کرتی تھیں اور ان کے اخلاق عالیہ اور صفات کریمانہ کی کس درجہ معترف اور ان سے متاثر تھیں۔ چنانچہ فرماتی ہیں۔

عفا جانب البطحاء من آل ہاشم
وجاور لحد ا" خارجا" فی ا لغماغم
دعة ا لمنایا دعوة فاجابها
وما ترکت فی الناس مثل ابن ہاشم
عشیة را حوا یحملون سریرہ
تعاورہ اصحابه فی ا لتزاحم
فان یک غالته ا لمنایا وریبها
فقد کان معطاء کثیر التراحم (۲۹)

(ترجمہ) (افسوس کہ) آل ہاشم کا ایک فرزند بطحا کو اپنے وجود سے خالی کر کے چادروں میں لپٹا ہوا بہادروں کی طرح بانگ خروش کے ساتھ لحد میں جا سویا۔

موت نے اسے اپنی جانب بلا لیا' اس نے موت کی دعوت قبول کر لی موت نے دنیا میں باقی رہ جانے والوں میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں چھوڑا جسے (عبداللہ کی) نظیر قرار دیا جا سکے۔

رات کو جب اس کا تابوت اٹھایا گیا تو اس کے دوستوں اور غم گساروں کا اتنا ہجوم تھا کہ وہ کاندھا دینے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے اور ہر شخص کی کوشش تھی کہ وہ اسے کندھا دینے سے محروم نہ رہ جائے۔

---

(۲۹) مواہب الدنیہ۔ ص ۲۱۔ علامہ القسطلانیؒ و طبقات الکبیر جلد اول ص ۱۰۰۔ مولفہ محمد ابن سعد۔

سید سلمان منصور پوری نے اپنی کتاب "رحمت للعالمین" میں اس شعر کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ :-

"وہ (لوگ) از راہ محبت نوبت بہ نوبت کاندھا بدلتے اور اس کے اوصاف (اوصاف حمیدہ) باری باری بیان کرتے (جاتے) تھے۔"

اگرچہ موت نے اسے ہم سے دور کر دیا (لوگ اس لئے اس کی موت کا ماتم کرتے اور اس پر افسوس کرتے تھے کہ) وہ بہت زیادہ جود وسخا کرنے والا، غریبوں کا ہمدرد اور ان کے ساتھ محبت و مہربانی کا سلوک کرنے والا تھا)۔

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدہ آمنہؓ کے دل پر اپنے شوہر کی محبت کے نقوش کتنے گہرے تھے اور وہ ان کی محبت میں کس قدر سرشار تھیں۔ وہ آخر وقت تک اپنے شوہر کو نہ بھلا سکیں۔ چنانچہ مورخ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ جناب آمنہؓ ہر سال اپنے شوہر جناب عبداللہؓ کی قبر کی زیارت کرنے جایا کرتی تھیں اور آخری بار حضورؐ اقدس کو بھی اپنے ساتھ لے گئی تھیں جبکہ آپؐ کی عمر مبارک سوا چھ سال کی تھی۔ اسی سفر میں آپؓ کا انتقال ہو گیا۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سیدہ آمنہؓ کی وفات کی وجہ شوہر کا غم تھا جو لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی جاتا تھا (اور شاید ان کی قوت مدافعت کم ہوتی جا رہی تھی) آخری بار حضرت عبداللہؓ کی قبر پر جانے کے بعد یہ زخم پھر تازہ ہو گیا اور ان کی وفات کا باعث بن گیا کیونکہ اس بار وہ یہ غم برداشت نہ کر سکیں، واللہ اعلم۔

حضورؐ سیدہ آمنہؓ کی معیت میں

سیدہ آمنہؓ کا یہ آخری سفر تھا جس میں حضورؐ اقدس بھی اپنی مادرِ مہربان کی معیت میں مدینہ تشریف لے گئے تھے۔ اگرچہ آپؐ کی عمر مبارک اس وقت

صرف سوا چھ سال کی تھی مگر حضورؐ کا حافظہ اتنا اچھا تھا کہ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مدینہ کے دوران قیام کی یادیں آپؐ کے حافظے میں محفوظ تھیں چنانچہ ہجرت کے بعد جب آپؐ ایک روز قبیلہ بنو عدی ابن النجار کے اس قلعہ نما مکان میں تشریف لے گئے جس میں آپؐ اپنی والدۂ ماجدہ کے ساتھ اترے تھے تو اسے فوراً پہچان لیا اور اس زمانے کی یادیں تازہ کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔

"میں اس مکان میں انصار کی ایک بچی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا جس کا نام "انیسہ" تھا۔ اپنے ننہال کے لڑکوں کے ساتھ ہم ایک، چڑیا اڑایا کرتے تھے جو اس مکان کی منڈیر پر آکر باربار بیٹھتی تھی۔ اسی گڑھی میں میری والدہ مجھے لے کر اتری تھیں۔ اسی میں میرے والد (عبداللہؓ بن عبدالمطلب) کی قبر ہے اور اسی محلے کے ایک تالاب میں میں نے تیرنا سیکھا تھا"۔ (۳۰)

سیدہ آمنہؑ کی سسرال

سیدہ آمنہؑ حضورؐ اقدس کو لے کر جس محلے میں اتری تھیں اور جس کی یادیں آپؐ کے حافظے میں آخر تک محفوظ رہیں وہ بنو نجار کا محلّہ تھا۔ شاید لفظ "نجار" سے کسی کو غلط فہمی ہو کہ یہ لوگ ترکھان (بڑھئی) تھے؟ ایسا نہیں۔ دراصل اس قبیلے کے ایک سربراہ تیم بن ثعبلہ نے ایک غیر مختون شخص کا ختنہ بسولے (تیشے) سے کر دیا تھا جسے بڑھئی (ترکھان) اوزار کے طور پر استعمال کرتے

---

(۳۰) طبقات الکبیر جلد اول۔ ص ۱۱۶۔ مؤلفہ ابن سعد

ہیں اس لئے اس قبیلے کا نام بنو نجار پڑ گیا (۳۱) ورنہ یہ عرب کا بہت ہی معزز، جنگجو اور عالی نسب قبیلہ تھا۔ بنو نجار مدینہ کے مشہور اور شجاع قبیلے "خزرج" کی ایک شاخ تھی۔ اپنی کثرت تعداد کے اعتبار سے یہ سب سے بڑا قبیلہ تھا۔ یہ لوگ دراصل جنوبی عرب کے رہنے والے تھے، جب وہاں کا مشہور بند "سدمارب" ٹوٹ گیا اور ہر طرف تباہی پھیل گئی تو یہ لوگ نقل مکانی کر کے یثرب (مدینہ) میں آباد ہو گئے۔ اس زمانے میں مدینہ پر پوری طرح یہودیوں کا تسلط تھا اور اس ریاست میں وہی صاحب اقتدار تھے۔ بنو خزرج کا جن میں بنو نجار بھی شامل تھے یہودیوں سے براہ راست تصادم ہوا اور جنگ و پیکار کا طویل سلسلہ جاری رہا۔ آخرکار یہ لوگ مدینہ کے بہت سے قلعوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ قبیلہ بنو نجار کے لوگ مدینہ کے وسط میں آباد ہوئے۔(۳۲)

اس قبیلے کی آبادی بہت تیزی سے بڑھی اور پھر یہ دور تک پھیل گیا۔ ظہور اسلام کے بعد جن قبائل کو حضورؐ اقدس کی تائید و حمایت اور نصرت اسلام کرنے کا شرف حاصل ہوا ان میں قبیلہ بنو نجار پیش پیش تھا۔ چنانچہ حضورؐ کی ہجرت سے قبل ہی ان میں سے بعض ممتاز افراد نے آپؐ کی بیعت کر لی تھی۔ یہ وہی بیعت ہے جو بیعت عقبہ ثانی کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیعت کے موقع پر بنو نجار کی ایک خاتون ام عمارہؓ کا نام بھی آتا ہے۔ یہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے ہمراہ

---

(۳۱) تاریخ الانساب، کتاب المعارف مولفہ ابن قیتبہ۔ ص ۹۲ ترجمہ سلام اللہ صدیقی بحوالہ سیرت احمد مجتبیٰ۔ ص ۷۵ مولفہ شاہ مصباح الدین شکیل (کراچی)

(۳۲) جمہرۃ انساب العرب۔ ص ۴۷ تالیف علامہ ابن حزمؒ۔

چھپ کر مدینہ (عقبہ) گئی تھیں اور حضورؐ کی بیعت کی تھی۔ حضورؐ اقدس نے مدینہ کے ان بیعت کرنے والوں میں سے جن بارہ افراد کو اپنا نقیب مقرر فرمایا تھا ان میں بنو نجار کے ایک ممتاز رکن ابو امامہؓ اور دوسرے ممتاز رکن اسعدؓ بن زرارہ بھی شامل تھے۔ اسی طرح اس قبیلے کے بہت سے لوگوں نے حضورؐ کی معیت میں غزوۂ بدر' غزوۂ احد اور دوسرے غزوات میں حصہ لیا اور جام شہادت نوش کیا۔ غرض قبیلہ بنو نجار میں بڑے بڑے نامور شاعر' غازی و شہید' علماء و فقہا اور صاحب عز و شرف لوگ پیدا ہوئے۔ غزوۂ بدر میں جس نوجوان نے ابوجہل کو قتل کیا تھا وہ بھی قبیلہ بنو نجار ہی کا چشم و چراغ تھا۔ اس کا نام نامی و اسم گرامی معوذؓ بن عفرا تھا۔(۳۳)

پھر بنو نجار ہی کا قبیلہ تھا جس کی ایک معزز اور اعلیٰ نسب خاتون سلمیٰ بنت عمرو سے حضورؐ اقدس کے پردادا جناب ہاشمؒ کی شادی ہوئی تھی حضرت عبدالمطلبؒ اسی نجاری خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ اس اعتبار سے قبیلہ بنو نجار سے حضورؐ اقدس کو ایک نسبت خاص تھی کہ وہ آپؐ کے جد مکرم حضرت عبدالمطلبؒ کا ننہال تھا۔ بنو نجار ہی کی گڑھی میں حضرت عبداللہؓ کی وفات ہوئی تھی' اسی میں آپؓ کی قبر تھی اور اسی گڑھی میں سیدہ آمنہؓ نے خورد سال حضورؐ کے ساتھ آخری قیام فرمایا تھا۔ اس لحاظ سے قبیلہ بنو نجار کو تاریخ اسلام اور خاندان رسالت میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

سیدہ آمنہؓ کا حضورؐ سے آخری اظہار شفقت

جب سیدہ آمنہؓ کی بیماری نے شدت اختیار کی اور آپؓ نے محسوس فرمایا کہ

---

(۳۳) "السیرۃ النبویہ"۔ ص ۳۵ (ابن ہشام)۔

وہ وقت قریب ہے جب آپؓ اپنے پیارے بیٹےﷺ کو چھوڑ کر جو آپؓ کے مرحوم شوہر کی یادگار ہے دنیا سے رخصت ہو جائیں گی تو آپؓ نے حضورؐ اقدس کے چہرے پر شفقت بھری نظر ڈالی جو اس وقت آپؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدہ آمنہؓ کا دل ماما کے جذبات سے بھر گیا اور آپؓ کی زبان پر یہ دعائیہ اشعار جاری ہو گئے۔

بارک اللہ فیک من غلام	یا ابن الذی من حومۃ الحمام
نجابعون الملک المنعام	فودی غداۃ الضرب بالسھام
بمائۃ من ابل سوام	ان صح ما البصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام	من عند ذی الجلال و الاکرام
تبعث فی الحل و فی الحرام	تبعث بالتحقیق و الاسلام
دین ابیک البرابراھام	فاللہ نیھاک عن الاصنام

ان لا توالیھا مع الاقوام (۳۴)

(ترجمہ) اے میرے بیٹے اللہ تجھے برکت سے نوازے۔ اے اس شخص کے فرزند جو قوم کا سردار اور شریف تھا۔

جس نے (ایک ابتلا سے) محض خدائے بزرگ و برتر کی نصرت اور فضل سے، نجات پائی جبکہ اس کے لئے قرعہ ڈالا گیا اور اس کی دیت ادا کی گئی۔

یہ دیت ایک صبح کو ان سو اونٹوں کی صورت میں دی گئی جو آزاد چر رہے تھے (یعنی بہت تندرست و توانا اور اعلیٰ درجے کے تھے) اگر وہ صحیح ہے جو میں نے نیند میں اپنی آنکھوں سے دیکھا (یعنی کہنے کو تو وہ نیند تھی مگر میری آنکھ بیدار تھی) تو:۔

---

(۳۴) "مواھب الدینہ" ص ۳۲۔ مولفہ امام القسطلانی"۔

تجھے لوگوں کی طرف مبعوث کیا جائے گا۔ تو مبعوث کیا جائے گا اس اللہ کی طرف سے جو صاحب جلال اور صاحب اکرام ہے۔

تو مبعوث ہو گا حلال اور حرام میں امتیاز کرنے کی غرض سے اور اس لئے مبعوث ہو گا تاکہ حق و صداقت کو ظاہر کرے اور سلامتی کا پیغام دے۔

تو اس دین پر مبعوث ہو گا جو تیرے پاکباز باپ ابراہیم کا دین ہے اور اللہ تعالیٰ تجھے بت پرستی سے محفوظ رکھے گا اور تو لوگوں کو بت پرستی سے باز رکھے گا۔ تو بت پرستوں سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں رکھے گا۔

اس کے بعد سیدہ آمنہؓ نے فرمایا کہ ہر جاندار کو ایک دن موت کی منزل سے ہمکنار ہونا ہے اور ہر شے جو نئی ہے آخر اسے پرانا ہونا ہے اور ہر وہ شخص جو بڑی عمر پاتا ہے آخر ایک دن فنا ہو جاتا ہے (اگرچہ) میں بھی فوت ہونے والی ہوں مگر میرا ذکر زندہ رہے گا کیونکہ میں سرتا سر خیر کو چھوڑ کر جا رہی ہوں اور میں نے ایک پاک اور طاہرؐ کو جنا ہے"۔

اس کے بعد سیدہ آمنہؓ نے آنکھیں بند کیں اور ابدی نیند سو گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ط

حضورؐ اقدس سیدہ آمنہؓ کے مزار پر

۶ھ میں حضورؐ اقدس طواف کعبہ کی غرض سے اپنے چودہ سو فدائیوں کے ہمراہ مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوئے تو راستے میں "ابوا" کے مقام پر پہنچ کر آپؐ اپنی سواری سے اتر پڑے۔ پھر آپؐ ایک پہاڑی پر تشریف لے گئے جس پر آپؐ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہؓ کی قبر ہے۔ آپؐ کو پہاڑی کی طرف روانہ ہوتے دیکھ کر ازراہ عقیدت یا حفاظت کے خیال سے صحابہ بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے ان میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ سیدہ آمنہؓ کی قبر پر پہنچ کر آپؐ اس کے پاس بیٹھ گئے' اسے صاف کیا' درست کیا اور سنوارا پھر آپؐ کا دل بھر آیا' اور

آپؐ رونے لگے۔ (۳۵)

ایک اور روایت کے مطابق یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آپؐ باتیں کر رہے ہوں۔ حضورؐ کو روتا دیکھ کر مسلمان بھی رونے لگے مورخ ابن سعد کہتے ہیں کہ جس روز حضورؐ اپنی والدہ کی قبر پر روئے تھے صحابہ بھی آپؐ کے ساتھ رو پڑے تھے اور اس دن رونے والوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ (سوائے حضور اقدس کے یوم وصال کے۔ مولف) اس سے زیادہ رونے والوں کی تعداد ایک جگہ کبھی نظر نہیں آئی۔

زبان رسالتؐ سے سیدہ آمنہؓ کا ذکر

اگرچہ حضور اقدسؐ کو اپنی والدۂ ماجدہ کے زیر سایہ چند سال ہی زندگی گذارنے کا موقع مل سکا لیکن اس کے باوجود اپنی شفیق والدہ کی محبت سے آپؐ کا دل معمور رہتا تھا اور یہ نقش آپؐ کے دل و دماغ پر اس طرح ثبت ہو گیا تھا کہ حضورؐ اسے کبھی نہ بھلا سکے اور اپنی پیاری والدہ کی شفقت کو یاد کرتے رہتے تھے جب کوئی آپؐ کی والدۂ ماجدہؓ کا تذکرہ کرتا تو آپؐ بہت ذوق و شوق سے سنتے، اسے پسند فرماتے اور خوش ہوتے۔ اس نوعیت کا ایک تاریخی واقعہ خاص طور سے قابل ذکر ہے ـــــــ لیکن پہلے تھوڑی سی تمہید۔

حضورؐ اقدس کو اطلاع دی جاتی ہے کہ روم و شام کا بادشاہ "ھرقل" ایک زبردست لشکر لے کر مملکت اسلامیہ کی سرحد کے قریب آ پہنچا ہے اور اس کا ارادہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ہے۔ اس اطلاع پر حضورؐ اقدس تیس ہزار پیادوں اور دس ہزار سواروں کا لشکر لے کر ھرقل، روم کے مقابلے کے لئے روانہ

---

(۳۵) طبقات الکبیر۔ ص ۱۱۶ تا ۱۱۷ ۔ مولفہ محمد ابن سعد۔

ہو جاتے ہیں اور شام کے سرحدی شہر "تبوک" پہنچ کر خیمہ زن ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ بادشاہ روم کے اہل لشکر ایک لاکھ جنگجو افراد پر مشتمل تھے اور اعلیٰ درجے کے سامان حرب سے لیس بھی تھے مگر اس کے باوجود "ھرقل" چالیس ہزار مسلمانوں سے جنگ آزما ہونے کا حوصلہ نہیں پاتا جن کے پاس سامان حرب بھی نامکمل تھا۔ وہ اپنی فوج لے کر پیچھے ہٹ جاتا اور واپس چلا جاتا ہے۔ حضورؐ اقدس بہت سی سرحدی ریاستوں پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں جن میں "ایلہ" "جربا" "مقنا" "دومتہ الجندل" اور "اذرح" شامل ہیں۔ ہمارے ایک ہم عصر مورخ کے بقول "ان ریاستوں کے حکمرانوں نے رسولؐ اللہ کی برتری تسلیم کر لی اور رومی اقتدار سے کٹ کر رسولؐ اللہ کے باج گزار بن گئے"۔

جب حضورؐ اقدس تبوک سے کامیاب و کامراں واپس آتے ہیں تو مدینہ کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں شہرے سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کرتے ہوئے دف پر وہی گیت گاتی ہیں جو ہجرت مدینہ کے موقع پر اس وقت کی بچیوں نے گایا تھا یعنی

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع

یعنی ہم پر "ثنیات" کی پہاڑیوں کی طرف سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ہے۔ ثنیات جمع ہے "ثنیہ" کی اور "ثنیہ" ٹیلے یا چھوٹی پہاڑی کو کہتے ہیں چونکہ مدینہ کے لوگ اپنے مہمانوں کے ساتھ ان پہاڑیوں (ثنیات) تک آیا کرتے تھے اور یہاں سے انہیں رخصت کیا کرتے تھے اس لئے ان پہاڑیوں (ثنیات) کا نام "ثنیات الوداع" پڑ گیا۔ یہ پہاڑیاں مشرق اور مغرب کی اطراف میں واقع تھیں۔ یہ چار پہاڑیاں تھیں (۱) ثنیتہ البول (۲) ثنیتہ الجابر (۳) ثنیتہ مروان (۴) ثنیتہ الوداع۔ حضورؐ غزوۂ تبوک سے واپسی پر جس پہاڑی کی طرف سے مدینہ میں داخل ہوئے تھے اس کا رخ شام کی طرف تھا چونکہ آپؐ شام سے فاتح کی حیثیت سے واپس تشریف لائے تھے اور یہ وہ تاریخ

وقت تھا جب حضورؐ اقدس کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہؑ کا ایک کشف
ہوا تھا جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ حضورؐ کی ولادت کے وقت ان (سیدہ
) کے جسم سے ایک نور نکلا تھا جس میں جناب آمنہؑ کو شام کے محلات
گئے تھے۔ اس موقع کی مناسبت سے حضورؐ نے اپنی والدہ (سیدہ آمنہؓ) کا
کشف بیان کیا۔ یہی موقع تھا جب حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے سیدہ
آمنہؑ کا یہ کشف نظم کیا اور حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ یہ نظم آپ کو
چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے اجازت دی۔ حضرت عباسؓ نے یہ نظم حضورؐ کو سنائی
کے کچھ شعر علامہ القسطلانیؒ امام جلال الدین سیوطیؒ اور محدث بیہقیؒ نے
اپنی شہرہ آفاق کتب میں درج کئے ہیں۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ :۔

و انت لما ولدت اشرقت الارض
وضاء ت بنو ر ک الافق
فنحن فی ذ ا ک الضیاء و فی النور
و سبل الرشاد نختر ق(۳۶)

(یعنی اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ کی والدۂ ماجدہ (سیدہ آمنہؓ) نے جو کشف
تھا وہ آج پورا ہو گیا اور واقعی) "آپؐ کی پیدائش کی بدولت ساری زمین
روشن ہو گئی اور آپ کے نور سے آسمان کے کنارے جگمگا اٹھے۔

---

(۳۶) "دلائل النبوۃ" لابی بکر احمد بن الحسین البیہقیؒ (السفر
الخامس) مرتبہ الدکتور عبدالمعطی قلعجی۔ دار الکتب بیروت۔
ص ۶۸۔

ہم لوگ اسی نور میں (زندہ) ہیں اور رشد و ہدایت کے راستوں پر چل رہے ہیں۔")

حضرت عباسؓ سے یہ نظم سن کر گویا حضورؐ اقدس نے اپنی والدۂ ماجدہ کا کشف درست ہونے کی تصدیق فرما دی۔ پس اس موقع پر نہ صرف حضورؐ نے اپنی والدۂ ماجدہ کو یاد کیا بلکہ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ اور صحابہ کی اس مجلس نے بھی سیدہ آمنہؓ کا تذکرہ سنا اور انہیں یاد کیا ---------- اور آگے چلئے!

حضورؐ کی دایہ (کھلائی) حضرت ام ایمنؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں۔ انہیں دیکھتے ہی آپؐ کو اپنی امی یاد آ جاتی ہیں۔ حضورؐ کھڑے ہو جاتے ہیں اور ---- "امی بعد امی" (۳۷) کہہ کر ان کا استقبال کرتے ہیں یعنی فرماتے ہیں کہ وہ خاتون آ گئی جس نے میری ماں کے بعد مجھے ماں کی طرح پالا۔

ایک موقع پر حضورؐ مدینہ میں واقع اس گڑھی کے پاس سے گذرتے ہیں جس میں آپؐ کے والد ماجد دفن تھے۔ اس گڑھی کو دیکھتے ہی پھر آپؐ کو اپنی ماں یاد آ جاتی ہیں اور فرماتے ہیں کہ **"میں اس گڑھی میں اپنی ماں کے ساتھ اترا تھا۔"**

اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر تشریف لے جاتے ہیں اسے صاف کرتے اور سنوارتے ہیں پھر زیر لب کچھ فرماتے ہیں (وہ دعا ہی ہو سکتی ہے) پھر دل بھر آتا ہے اور رو پڑتے ہیں حضرت عمرؓ رونے کی وجہ دریافت کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ مجھے میری امی کی شفقت یاد آ گئی تھی اس لئے میں انہیں یاد کر کے رو پڑا۔ (۳۸)

---

(۳۷) الروض الانف جلد اول۔ ص ۷۹ مولفہ امام سہیلی

(۳۸) طبقات الکبریٰ۔ ص ۱۱۷،۱۱۶ مولفہ ابن سعدؒ۔

سیدہ آمنہؓ کی شخصیت

سیدہ آمنہؓ کی شخصیت کو سمجھنے کے لئے اس وقت کے ماحول پر ایک نظر ڈالنا ہو گی۔ یہ ماحول وہ تھا جس میں عورتیں عام طور پر عشق مزاج مردوں کی ہوس پرستانہ نگاہوں کا نشانہ بنتی رہتی تھیں۔ شعراء ان کے حسن و جمال، ان کے خدوخال کی دلکشی اور ان کے شباب کی نوخیزیاں بیان کر کے خود بھی لطف اندوز ہوتے تھے اور نوجوانوں کے جنسی جذبات میں بھی اشتعال پیدا کرتے تھے۔ مکہ کے بازاروں اور قمار خانوں میں تاجروں کی دولت حسین عورتوں پر نچھاور ہوتی تھی اور بازار کے اتار چڑھاؤ کی طرح ان کے نرخوں میں بھی اتار چڑھاؤ آتا رہتا تھا۔ ایک فاضل مستشرق مسٹر "بودلے" کے بقول گویا یہ خوبرو عورتیں تاجروں اور قمار بازوں کی دولت میں شریک تھیں۔

ایک طرف تو یہ جنس زدہ ماحول تھا اور دوسری طرف اسی معاشرے میں کچھ ایسے نوجوان تھے جن کی نگاہیں پاکیزہ تھیں اور جو مکہ کی ان حسین ترین دوشیزاؤں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے لیکن "ان کے دلوں میں سیدہ آمنہؓ کو پالینے کا جذبہ کروٹیں لیتا رہتا تھا اور وہ (اپنے بزرگوں کے ذریعے) پاکیزہ خصال آمنہؓ کے لئے نکاح کے پیغام بھیجنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے"۔ (۳۹)

آخر ایسا کیوں تھا؟ اس کی کچھ وجوہ تھیں۔

سیدہ آمنہؓ کا بچپن نہایت عزت والے گھرانے اور بہت ہی طیب پرورش

---

(۳۹) "سیدات بیت النبوۃ۔" مولفہ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی۔ ص ۹۰۔

گاہ میں بسر ہوا۔ ان کی ذات میں اعلیٰ نسب کی خوبیاں اور پاکیزہ حسب کی خصوصیات اس طرح جمع ہو گئی تھیں جو اس وقت کے مکی خاندانوں میں نظر نہیں آتی تھیں (حالانکہ یہ وہ خاندان تھے جنہیں اپنی شرافت اور اپنے نجیب الطرفین ہونے پر بڑا فخر تھا)۔ (۴۰)

سیدہ آمنہؓ مکہ کی عام دوشیزاؤں کی طرح نہیں تھیں جن کا حسن و جمال نوجوانوں میں موضوع گفتگو بنا رہتا تھا یہی وجہ ہے کہ مکہ کے شاعر اور مورخین سیدہ آمنہؓ کے خدوخال کی تعریف کرنے کی جرات نہ کر سکے بلکہ بیان کرنے سے قاصر رہے کیونکہ سیدہ آمنہؓ زمانہ ءجاہلیت کے طور طریقوں سے پاک و منزہ تھیں۔ وہ نہایت سنجیدہ اور باوقار خاتون تھیں۔ ان کا عہد طفولیت گذرتے ہی اشراف مکہ کے خاندانوں کی کنواری لڑکیوں کی طرح سیدہ آمنہؓ کو بھی پردے میں بٹھا دیا گیا۔ (۴۱) ان کی مثال اس پاکیزہ دوشیزہ کی تھی جو ایک ایسے خیمے میں بیٹھی ہوئی ہو جس تک ہوس پرستوں کی حریصانہ نگاہوں کی رسائی ممکن ہی نہ ہو۔ گویا جناب سیدہ آمنہؓ اپنی طہارت نفس، عفت و حیا اور نسوانی غیرت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھیں۔

پاکیزگئی سیرت کی خوشبو

ہمارے دور کی ایک فاضل مصری مصنفہ نے سیدہ آمنہؓ کے خانوادے کی تصویر اپنے مخصوص ادیبانہ انداز میں یوں کھینچی ہے:۔

---

(۴۰) "سیدات بیت النبوۃ"۔ص ۸۹

(۴۱) "سیدات بیت النبوۃ"۔ص ۹۰

(سیدہ آمنہؑ کے قبیلے) "بنو زھرہ کے مکانوں اور حویلیوں میں سے پاکیزگی کی ایسی خوشبو اٹھتی تھی جو سارے مکہ میں پھیل جاتی تھی اور شہر کے اطراف و جوانب اس سے معطر ہو جاتے تھے۔ پاکیزگیٔ کردار کی یہ خوشبو نوجوانوں کے نفوس میں سرایت کر جاتی تھی اور ان کی پاکیزہ خواہشات میں ارتعاش پیدا کرنے کا باعث بنتی تھی۔ یہ وہ نوجوان تھے جن کی آنکھیں اور زبانیں مکہ کی بدنام دوشیزاؤں کے حسن اور آواز کے سحر سے محفوظ تھیں"۔ (۴۲)

یعنی سیدہ آمنہؑ کے خانوادے کے لوگ کیا مرد اور کیا عورتیں نہایت پاکیزہ سیرت کے حامل اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے جن میں سیدہ آمنہؑ سرفہرست تھیں اور اپنی پاکیزہ ترین صفات کی وجہ سے اپنے ماحول میں ایک منفرد حیثیت کی مالک تھیں۔

جناب عبداللہؓ کے دل میں سیدہ آمنہؑ کا مرتبہ

جس طرح سیدہ آمنہؑ طاہرہ و مطہرہ تھیں اسی طرح جناب عبداللہؓ بھی طاہر و مطہر تھے۔ دونوں کی پرورش ایک جیسے پاکیزہ خاندانی ماحول میں ہوئی تھی۔ دونوں ساتھ کھیلے ہوئے تھے اور دونوں ایک دوسرے کے مزاج شناس اور مرتبہ داں تھے۔ جناب عبداللہؓ نے سیدہ آمنہؑ کی پاکیزگیٔ کردار اور خوش خصالی کا اس وقت تک تو خود مشاہدہ کیا تھا جب وہ صغر سنی کے دور سے نکل کر شباب کی منزل کی طرف جا رہی تھیں۔ بلوغت کے قریب جب سیدہ آمنہؑ کو پردے میں بٹھا دیا گیا تو بنو ہاشم کی خواتین میں ان کی شرافت اور طہارتِ سیرت کے تذکرے ہوتے

---

(۴۲) "سیدات بیت النبوۃ" : مولفہ پروفیسر ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی۔ ص۸۹

ہوں گے کیونکہ سیدہ آمنہؓ کے قبیلے بنو زھرہ اور جناب عبداللہؓ کے قبیلہ بنو ہاشم کے مکانات ایک دوسرے کے قریب واقع تھے اور دونوں خاندانوں کے مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا تھا۔ اس تعلق کی بنا پر جناب عبداللہؓ سیدہ آمنہؓ کے احوال سے مطلع رہتے ہوں گے پس جب حضرت عبداللہؓ کی حضرت آمنہؓ سے شادی ہو گئی تو انہیں احساس تھا کہ وہ کتنی عظیم، خوش خصال اور پاک سیرت بی بی کے رفیق حیات منتخب ہوئے ہیں۔ اس احساس کے تحت بھی وہ سیدہ آمنہؓ کے ساتھ نہایت طاہرانہ زندگی گذارتے تھے، چنانچہ امام سہیلیؒ جیسے فاضل بزرگ اور سیرت نگار کا بیان ہے کہ جناب عبداللہؓ نے سیدہ آمنہؓ کے قریب جاتے وقت ظاہری طور پر پاک و صاف ہونے کے ساتھ ساتھ باطنی پاکیزگی کا بھی اہتمام فرمایا اور ان کے پاس جانے سے قبل ------ " فتوضاو غسل "یعنی "وضو اور غسل کیا"۔ (۴۳)

وضو کی وہ کیا صورت تھی جس پر جناب عبداللہ نے عمل کیا؟ اور غسل کرنے سے پہلے جسم کے کون کون سے حصوں کو دھویا؟ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یوں بھی عربی میں وضو کے معنی ہیں ضیا پیدا کرنا، خود کو سنوارنا لیکن غسل تو خود سارے جسم اور چہرے کو پاک و صاف کر کے تر و تازہ اور خوبصورت بنا دیتا ہے پس غسل کے باوجود اور اس سے پہلے جناب عبداللہؓ کا وضو کرنا یقیناً کوئی ایسا عمل تھا جس کا روح کی طہارت سے تعلق تھا اور سیدہ آمنہؓ کے پاس جانے سے قبل انہوں نے اپنے جسم اور روح دونوں میں طہارت پیدا کرنے کا اہتمام کیا۔ گویا انہیں احساس تھا کہ وہ ایک بہت ہی ارفع و اعلیٰ اور پاکیزہ خصال

---

(۴۳) "الروض الانف" مولفہ امام سہیلیؒ۔ الجز الاول۔ ص ۱۷۹ مکتبہ الکلیات الازھریہ۔ مصر۔

خاتون سے قربت کر رہے ہیں۔

اس اہتمام کی ایک وجہ اور بھی تھی جس کا شاید اس وقت جناب عبداللہؓ اور سیدہ آمنہؓ دونوں میں سے کسی کو علم نہ تھا اور وہ یہ کہ اس تعلق قربت کے نتیجے میں سیدہ آمنہؓ کے بطن مبارک سے وہ عظیم اور مقدس ترین ہستی پیدا ہونے والی تھی جسے طہارت و پاکیزگی کا مجسمہ بننا تھا بلکہ جس پر خود طہارت و پاکیزگی کو نازاں ہونا تھا۔

سیدہ آمنہؓ ایک سلیم الطبع خاتون

عربوں میں رواج تھا کہ دوران حمل عورت کے جسم خصوصاً گلے اور بازوؤں کے ساتھ لوہے کے ٹکڑے لٹکا دیئے جاتے تھے۔ یہ ایک عبث فعل تھا اور اس کی بنیاد اوہام پرستی پر تھی۔ جب سیدہ آمنہؓ کے بارے میں ان کے خاندان کی بزرگ عورتوں کو معلوم ہوا کہ آپؓ حاملہ ہو گئی ہیں تو انہوں نے سیدہؓ کو بھی مشورہ دیا کہ تم بھی لوہے کے ٹکڑے اپنے بازوؤں کے ساتھ لٹکا لو اور گلے میں بھی ڈال لو۔ سیدہ آمنہؓ اس فعل کی حقیقت سے لاعلم تھیں چنانچہ انہوں نے بھی رواج کے مطابق لوہے کے چند ٹکڑے اپنے بازوؤں اور گلے میں لٹکا لئے مگر وہ ٹکڑے جلد ہی ان کے جسم سے جدا ہو کر گر پڑے۔

شاید اللہ تعالیٰ اس فعل کو ایسی خاتون کے لئے پسند نہیں کرتا تھا جو اس کے مقدس رسولؐ کی ماں بننے والی تھی۔ سیدہ آمنہؓ بھی اس اشارۂ ربانی کو سمجھ گئیں چنانچہ وہ خود فرماتی ہیں کہ:۔

"اس کے بعد میں نے کبھی لوہے کو اپنے جسم کے ساتھ
نہیں لٹکایا"۔(۴۴)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدہ آمنہؓ ہر اس فعل کو جس میں شرک یا اوہام پرستی کا شائبہ بھی ہو ناپسند کرتی تھیں اور حقیقت سے مطلع ہوتے ہی اس سے کنارہ کشی اختیار کرلیتی تھیں گویا وہ فطرۃ" سلیم الطبع واقع ہوئی تھیں اور فراست ایمانی ان میں اس درجے پر تھی کہ کسی کی تلقین اور نصیحت کے بغیر ہی اشارہ الٰہی پاتے ہی حقیقت تک پہنچ جاتی تھیں۔

سیدہ آمنہؓ ایک زیرک خاتون

سیدہ آمنہؓ ایک ایسے خاندان میں بیاہ کر آئی تھیں جو نہ صرف تاجر تھا بلکہ جس کے اکابر اپنے اپنے عہد کے ملک التجار تھے۔ جناب آمنہؓ کے خسر حضرت عبدالمطلبؓ بھی بہت بڑے تاجر تھے اور آپؓ نے اپنے فرزندوں کو بھی تجارت کی تربیت دی تھی۔ حضرت عبدالمطلبؓ کے سب سے چھوٹے فرزند اور سیدہ آمنہؓ کے شوہر جناب عبداللہؓ بھی پیشہ تجارت سے وابستہ تھے۔ ابھی آپؓ کی شادی کو چند ہفتے(X)ہی ہوئے تھے کہ ایک روز حضرت عبدالمطلبؓ بیٹے کے گھر آئے اور ان سے کہا کہ مکہ سے ایک تجارتی قافلہ شام جا رہا ہے میری خواہش ہے کہ تم بھی (بغرض تجارت) اس قافلے کے ساتھ چلے جاؤ۔ اردو زبان کے

---

(۴۴) طبقات الکبیر جلد اول ص-۲۰ (ابن سعد) مطبوعہ

(۱۹۱۷) E.J.BRILL

(X) مدت میں اختلاف ہے۔ مولف۔

محاورے کے مطابق اگرچہ ابھی حضرت آمنہؓ کے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ بھی نہ اترا تھا کہ انہیں اپنے پیارے شوہر کے فراق کے روح فرسا لمحات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت عبداللہؓ کا دل بھی اپنی نوبیاہتا اور عزیز از جان دلھن کو چھوڑ کر جانے کو کب چاہتا ہو گا مگر باپ کا حکم ہر چیز اور ہر خواہش پر مقدم تھا۔

ادھر جب سیدہ آمنہؓ نے دیکھا کہ ان کے پیارے شوہر کو ان کے والد ایک تجارتی مہم پر بھیج رہے ہیں تو انہوں نے ایک سعادتمند بہو کی طرح اپنے خسر کی خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور ایک وفادار بیوی کی طرح اپنے جذبات کو اپنے شوہر کی خاطر قربان کر دیا۔ اگر وہ جذبات سے مغلوب ہو کر جناب عبداللہؓ کو روک لیتیں اور ان سے کہتیں کہ ابھی تو ہماری سیج کے پھول بھی نہیں مرجھائے ابھی سے آپ فراق کی باتیں کر رہے ہیں؟ ابا جان سے معذرت کر لیجئے' قافلے تو جاتے ہی رہتے ہیں۔ چھ ماہ کے بعد جو قافلہ جائے گا اس کے ساتھ چلے جایئے گا مگر سیدہ آمنہؓ نے ایسا نہیں کیا' اپنے جذبات پر قابو پایا اور اپنے محبوب شوہر کو دعاؤں کے ساتھ رخصت کر دیا تاکہ ان کی وجہ سے جناب عبداللہؓ اور ان کے والد بزرگوار کے درمیان کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو جائے جس کا اثر سیدہ آمنہؓ کی گھریلو زندگی پر پڑے یا مبادا حضرت عبدالمطلبؓ ان سے بدگمان ہو کر ان کے بارے میں کوئی ناپسندیدہ رائے نہ قائم کر لیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو سیدہ آمنہؓ نہایت معاملہ فہم اور زیرک خاتون تھیں۔ ایک بیٹی کا شوہر کے گھر جا کر نیا گھر بسانا اور اس میں خود کو Adjust کر لینا بہت مشکل مرحلہ ہوتا ہے اور نئی دلھن سے بہت سی قربانیاں چاہتا ہے اس کے ساتھ ساتھ تدبر اور معاملہ فہمی کا بھی تقاضا کرتا ہے' سیدہ آمنہؓ اس معیار پر نہ صرف پوری اتریں بلکہ دنیا کی عورتوں کے لئے نمونہ بن گئیں۔

سیدہ آمنہؓ ایک مثالی خاتون

سیدہ آمنہؓ ایک مثالی بیٹی' مثالی بیوی اور ایک مثالی بہو تھیں۔ جب انہیں ان کے والدین نے پردے میں بٹھا دیا تو پھر کسی نے انہیں مکہ کے بازاروں' سڑکوں اور گلیوں میں نہیں دیکھا۔ وہ بلاضرورت یا تنہا کبھی باہر نہ نکلتیں' نہ ان کے پاس غلط کردار اور ناپسندیدہ عورتوں کی آمدورفت رہتی۔ بلوغت سے شادی تک کی مدت انہوں نے اپنے والدین کی فرماں برداری کرتے ہوئے بسر کر دی۔ نہایت معتبر مورخین کے بقول شادی سے قبل ہی آخر وہ اپنے قبیلے میں "سیدۃ النسا" کے معزز و محترم لقب سے کیوں مشہور تھیں۔ (۴۵)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بلوغت کے ساتھ ہی ان میں ایسی اخلاقی خوبیاں ظاہر ہونے لگی تھیں جو قبیلہ بنو زہرہ کی دوسری غیر شادی شدہ لڑکیوں سے انہیں ممتاز کرتی تھیں۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا' اپنی نیک اور شریف النفس سہیلیوں کے ساتھ ان کی نشست و برخواست' ان کے ساتھ محبت آمیز اور ہمدردانہ سلوک' باوقار گفتگو' ان صفات کی وجہ سے سہیلیوں کے دلوں میں ان کا حد درجہ احترام! ----- یہی وہ خصوصیات تھیں جن کی بنا پر قبیلے کی لڑکیوں میں ان کا خاص مقام تھا اور انہیں کنوارپن کے زمانے میں بھی انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ پس اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ وہ ایک مثالی بیٹی تھیں اور اپنے والدین کی منشاء کے خلاف ایک قدم نہ اٹھاتی تھیں۔ ان کی جلوت اور خلوت دونوں سعادتمندی اور پاکیزگی کے گہوارے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ کے شریف اور نیکوکار خاندانوں کے لوگ اپنے بیٹوں کے رشتے سیدہ آمنہؓ کے لئے پیش کرنے

---

(۴۵) "البدایہ و النہایہ" جلد ۲ ص ۲۴۹ (علامہ ابن کثیرؒ)

میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور انہیں اپنی بہو بنانے کے آرزو مند تھے ورنہ مکہ میں لڑکیوں کی کمی تو نہ تھی ------ ہاں -----! ان میں سیدہ آمنہؓ کے سوائے "سیدۃ النساء" کوئی نہ تھی۔ اس اعتبار سے اگر یہ کہا جائے تو قطعاً مبالغہ نہ ہوگا کہ سیدہ آمنہؓ ایک باحیا' سلیقہ شعار' سعادتمند اور فرماں بردار بیٹی تھیں اس لئے وہ ایک مثالی بیٹی اور مثالی خاتون تھیں۔

سیدہ آمنہؓ کے معاشی حالات

سیدہ آمنہؓ کے بارے میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں ان کی رو سے جناب عبداللہؓ اپنے پیچھے جو ترکہ چھوڑ گئے تھے ان میں اعلیٰ نسل کے پانچ اونٹ' بھیڑوں یا بکریوں کا ایک ریوڑ' ایک مکان جس میں حضرت آمنہؓ مقیم تھیں۔ کپڑے کی ایک دوکان جس میں کپڑا فروخت بھی ہوتا تھا اور سلتا بھی تھا اور کھجوروں اور چمڑے کا ذخیرہ شامل تھا۔ بظاہر یہ اچھی خاصی جائیداد یا سرمایہ تھا۔ سیدہ آمنہؓ کی سسرال تاجر پیشہ تھی۔ حضرت عبدالمطلبؓ کے بیٹے بھی تجارت اور کاروبار کرتے تھے۔ روایات کے مطابق حضرت عبداللہؓ کے انتقال کے بعد سیدہ آمنہؓ نے وہ سرمایہ جو حضرت عبداللہؓ چھوڑ کر گئے تھے اپنے جیٹھ جناب زبیر بن عبدالمطلبؓ کی تجارت میں لگا دیا۔ گویا سیدہ آمنہؓ نہایت مدبر اور دور اندیش خاتون تھیں۔ ان میں اپنی عزت نفس کی پاسداری کا احساس تھا' وہ کسی دوسرے کے ہاتھوں کی طرف دیکھنا اور اس کی محتاجی گوارا نہیں کرتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام باتوں کے باجود سیدہ آمنہؓ کے معاشی حالات اچھے نہ تھے۔ شاید جناب زبیر بن عبدالمطلبؓ کے ساتھ تجارت میں شرکت سے انہیں کچھ زیادہ آمدنی نہیں ہوتی تھی اور یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ شرکت کب تک جاری رہی۔ اسی طرح جناب عبداللہ نے کپڑے کی جو دوکان

ترکے میں چھوڑی تھی معلوم نہیں وہ کب تک قائم رہی اور اس سے کیا آمدنی ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہؓ نے بکریوں یا بھیڑوں کا جو ریوڑ ترکے میں چھوڑا تھا اس کی نوعیت کیا تھی؟ یعنی اس ریوڑ میں دس بکریاں تھیں یا بیس یا اس سے کم یا زیادہ؟ تاریخ اس سوال کا کوئی واضح جواب نہیں دیتی۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بھیڑوں یا بکریوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں تھی۔

سیدہ آمنہ پر دو غلاموں (شقران اور صالح) اور ایک خادمہ ام ایمنؓ کی کفالت کا بھی بوجھ تھا، چوتھی وہ خود۔ حلیمہ سعدیہؓ کو دودھ پلانے کی اجرت اور حضورؐ کی صحرا سے واپسی پر آپؐ کی کفالت۔ گویا سیدہ آمنہؓ خاصے معاشی بوجھ تلے دبی ہوئی تھیں لیکن آپؐ بہت سلیقہ شعار واقع ہوئی تھیں۔ نامساعد حالات سے عہدہ برآ ہونا اور انہیں اپنے موافق کر لینا بھی آپؐ کی شخصیت کی ایک قابل قدر خوبی تھی۔ اس کی تصدیق، حضورؐ اقدس کے ایک ارشاد گرامی سے ہوتی ہے۔ یہاں ایک بنیادی اصول یاد رکھنا چاہیے کہ جب بھی تاریخ کی روایات اور صحیح حدیث میں اختلاف پیدا ہو تو حدیث کو فیصلہ کن قرار دینا چاہئے کیونکہ یہ قول رسولؐ ہے جو قرآن کے بعد سب سے افضل ہے۔ اب رسولؐ اقدس کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اس پر آپؐ کی شخصیت کا ایسا رعب طاری ہوا کہ کانپنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے اسے تسلی دی اور فرمایا:۔

هون علیک فانی لست بملک انما انا
ابن امراة من قریش تا کل القدید (۴۶)

---

(۴۶) "کتاب الشفا" للقاضی عیاض" قد طبع مکتبۂ نعیمیہ الکائن فی لاہور الجز الاول ص ۵۰۔
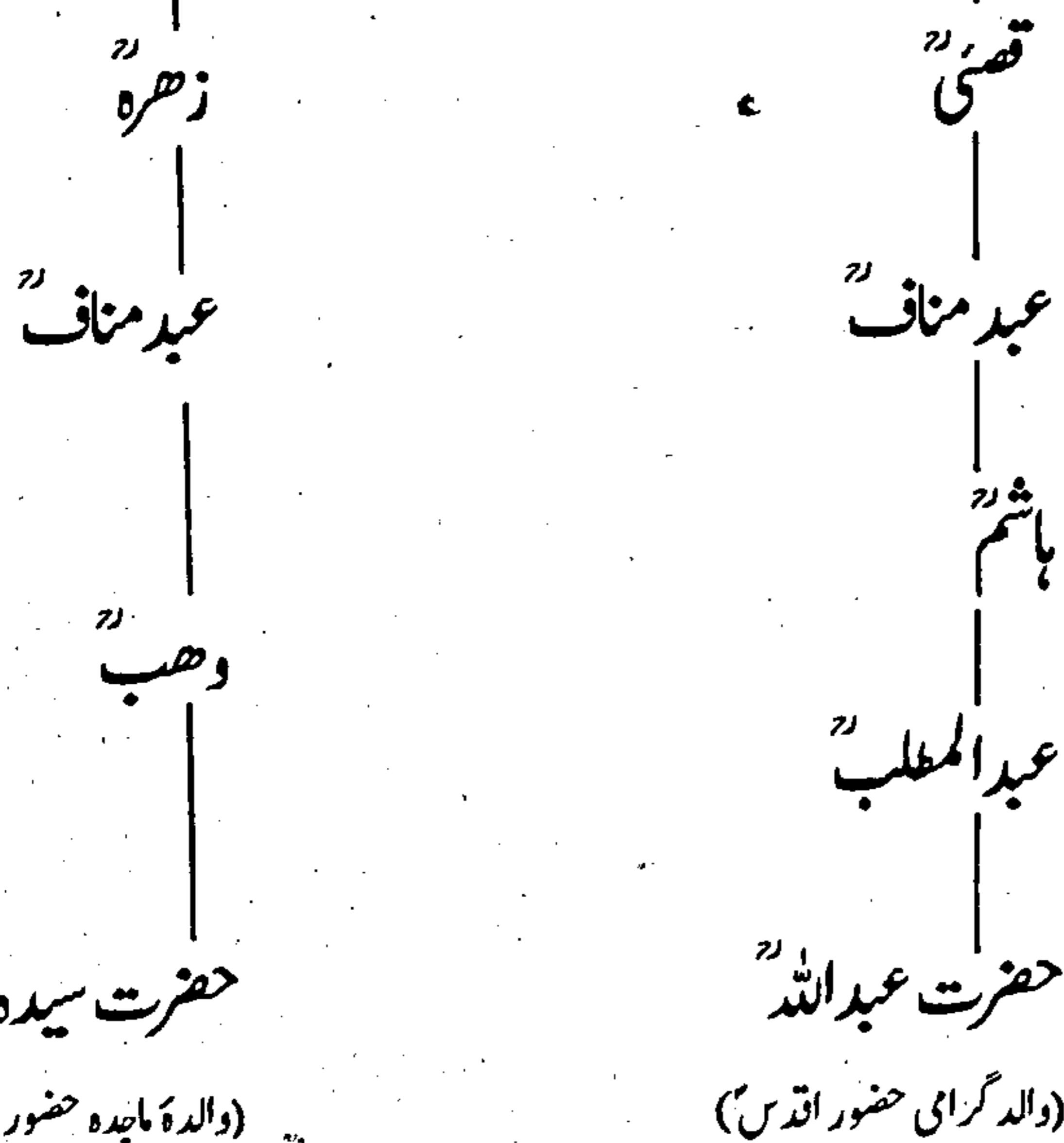
(یعنی گھبراؤ مت میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں (بلکہ) میں (تو) قریش کی ایک (ایسی) عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی)۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب سیدہ آمنہؓ بیوگی کی زندگی گذار رہی تھیں۔ اگر سیدہ آمنہؓ کے معاشی حالات اچھے ہوتے تو آپؓ سوکھا ہوا گوشت کبھی نہ کھاتیں۔ عربوں میں رواج تھا کہ لوگ گوشت کو خشک کرکے رکھ لیتے تھے اور حسب ضرورت اسے پکا کر بطور سالن استعمال کرتے تھے مگر یہ طریقہ وہی لوگ اختیار کرتے تھے جو مالی اعتبار سے کمزور اور غریب ہوتے تھے۔ رئیسوں اور متمول لوگوں کو گوشت خشک کرکے استعمال کرنے کی کیا ضرورت تھی وہ تو ہر روز تازہ گوشت استعمال کرنے کی استطاعت رکھتے تھے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ آمنہؓ مالی اعتبار سے آسودہ حال نہیں تھیں مگر اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ بہت جزرس اور کفایت شعار واقع ہوئی تھیں۔ کسی کی طرف دست طلب دراز کرنے کی بجائے اپنی آمدنی اور خرچ میں توازن قائم رکھتی تھیں۔ گوشت کو خشک کرکے رکھ لیتی تھیں اور جب تازہ گوشت خریدنے کی استطاعت نہیں ہوتی تھی تو یہ خشک کیا ہوا گوشت پانی میں بھگو کر پکا لیتی تھیں خود بھی اسی کا سالن کھاتی تھیں اور اپنے زیر کفالت افراد کو بھی کھلاتی تھیں۔ آپؓ نے عسرت میں زندگی گذاری مگر کبھی حرف شکوہ زبان پر نہ لائیں بلکہ صبر و شکر کا پیکر بن کر زندہ رہیں اور اسی حالت میں اپنے رب سے جاملیں ــــــ

انا للہ وانا الیہ راجعون

شجرہ سیّدہ آمنہؓ

والدینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام

حضرت سیدہ آمنہؑ کو دنیا کی خواتین میں جو بلند ترین مرتبہ حاصل ہے
ن کا تقاضا تھا کہ اسلامی تاریخ میں ان کا ذکر ہر جگہ خیر کے ساتھ کیا جاتا مگر افسوس
ہ سیدہ آمنہؓ جیسی بزرگ ترین اور مقدس ترین خاتون کو بھی معاف نہیں کیا گیا
ور ان کے اور ان کے شوہر گرامی حضرت عبداللہؓ کے ایمان کے بارے میں
سب جگہ نہیں) بعض جگہ ایسے الفاظ استعمال کئے گئے جن کا اعادہ کرنے سے
ں لرز اٹھتا ہے اس لئے ہمیں سیدہ آمنہؑ اور حضور انورؐ کے اجداد گرامی
کے ایمان اور ان کے روحانی مرتبے کا تعین کرنے کے لئے یہ باب سپرد قلم کرنا پڑا
یونکہ اس کے بغیر سیدہ آمنہؑ کا تذکرہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ اس سے اس امر
ا بھی اندازہ ہو جائے گا کہ ہمارے مورخین' محدثین اور سیرت نگاروں کی بہت
ڑی اکثریت سیدہ آمنہؑ اور حضورؐ انور کے اجداد گرامی کے بارے میں یہی
ظریہ رکھتی تھی کہ یہ سب صاحب ایمان اور روحانی اعتبار سے نہایت بلند مرتبہ
وگ تھے۔ اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے نبی ہمیشہ معزز خاندانوں میں مبعوث فرماتا
ہے تاکہ اعلیٰ حسب و نسب کے لوگ اسے قبول کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس
نہ کریں اور نبی کا کسی کمتر خاندان سے تعلق لوگوں کے لئے ابتلا کا باعث نہ بن

جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نبی ایسے صُلبوں سے پیدا ہوتے ہیں جو مشرک، بت پرست اور فاسق و فاجر نہیں ہوتے تاکہ قوم کے لوگوں کو یہ طعنہ دینے کا موقع نہ مل سکے کہ تم ہمیں کیا نصیحت کرتے ہو پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہارا تو باپ بھی بت پرست ہے یا بت پرست تھا اور تمہاری تو ماں بھی مشرکہ ہے یا مشرکہ تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو مشرکین کے ان طعنوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے والد خدا پرست تھے

بعض لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کا باپ "آزر" بھی تو بت پرست تھا لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ "آزر" حضرت ابراہیمؑ کا باپ ہرگز نہیں تھا وہ آپؑ کا چچا تھا چنانچہ تورات مقدس کا بیان ہے کہ :-

"تارح ستر برس کا تھا جب اس سے ابرام (ابراہیم) پیدا ہوا"

(پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۶)

یعنی مقدس تورات کی رو سے حضرت ابراہیمؑ "تارح" کے بیٹے تھے "آزر" کے نہیں ----- اور آگے چلئے انجیل مقدس کا بیان ہے کہ ابرہام (ابراہیم) تارہ (تارح) کا بیٹا تھا (لوقا کی انجیل باب ۳ آیت ۲۴) یہاں بھی حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام آزر نہیں تارہ (تارح) بتایا گیا ہے گویا توریت اور انجیل دونوں اس حقیقت کی تائید کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ آزر بت پرست کے بیٹے نہیں تھے بلکہ تارح کے فرزند تھے جو بت پرستی سے بیزار تھے۔ چنانچہ کتاب مقدس شہادت دیتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ جب نمرود کے ظلم سے بچ کر اس کی قلمرو سے ہجرت کر گئے تو آپؑ کے والد جناب "تارح" آپؑ کے ساتھ تھے

(پیدائش باب ۱۱ آیت ۳۱)

اگر حضرت ابراہیمؑ کے والد بت پرست اور نمرود کی طرف سے شہر کے سر

سے بڑے بت کدے کے پروہت ہوتے تو وہ اپنے بیٹے (حضرت ابراہیمؑ) کے ساتھ ہجرت کس طرح کر سکتے تھے وہ تو نمرود کے کیمپ میں ہوتے اور اس کا ساتھ دیتے مگر یہاں تو وہ (تارح) اپنے بیٹے (ابراہیمؑ) کے ساتھ نمرود کی حدود مملکت سے ہجرت کر جاتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ آزر بت پرست کے نہیں بلکہ "تارح" خدا پرست کے بیٹے تھے اور آزر بت پرست حضرت ابراہیمؑ کا چچا تھا۔ اس بت پرست "آزر" کا کیا انجام ہوا؟ اس کی تفصیل عالم اسلام کے جید عالم اور مفسر قرآن حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ یوں بیان کرتے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ نہ جلا سکی تو آپؑ کے چچا (آزر) نے کہا کہ:

> "میری وجہ سے یہ (ابراہیم) اس مصیبت سے بچ گیا تو اتنے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے چچا پر آگ کا ایک ایسا انگارہ پھینکا کہ وہ جل کر خاک ہو گیا۔ (۱)

گویا حضرت ابراہیمؑ کا بت پرست چچا اسی دنیا میں اپنے انجام کو پہنچ گیا اور آپؑ کے والد جناب "تارح" اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ نمرود کی حدود مملکت سے ہجرت کر گئے"۔

قرآن و حدیث کی رو سے "ابؑ" کی تشریح

اب قرآن شریف کی طرف آیئے۔ قرآن شریف کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی بعض آیات دوسری آیات کی تفسیر کرتی ہیں۔ چنانچہ "لابیہ آزر" والی آیت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے "آزر" کو

---

(۱) "مسالک الحنفا" مولفہ امام سیوطیؒ ص ۲۹
(مطبوعہ حیدر آباد دکن)

حضرت ابراہیمؑ کا باپ قرار دیا ہے مگر خود قرآن شریف میں اور عربی زبان میں بھی اب (باپ) کا لفظ چچا، ماموں اور دادا کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں حضرت یعقوبؑ کا وہ واقعہ بیان کیا گیا ہے جب آپؑ اپنے بیٹوں سے پوچھتے ہیں کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے تو وہ جواب میں عرض کرتے ہیں کہ :-

نعبد الهک و اله آبائک ابراہیم و اسماعیل و اسحاق الٰھاواحداط (البقرہ آیت ۱۳۳)

یعنی ہم ایک ہی معبود کی عبادت کریں گے جو (اے ابا جان!) آپ کے آبا (باپوں) ابراہیم، اسماعیل اور اسحٰق کا رب ہے۔

یہاں قرآن شریف حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو حضرت یعقوب کا باپ قرار دے رہا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ سب جانتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے نہیں بلکہ پوتے تھے اور حضرت اسماعیلؑ بھی حضرت یعقوبؑ کے باپ نہیں بلکہ چچا تھے مگر قرآن انہیں حضرت یعقوبؑ کا باپ کہتا ہے معلوم ہوا کہ قرآن کی زبان میں اب (باپ) کا لفظ دادا اور چچا کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے بالکل اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے لئے بھی "آزر" کا لفظ بظاہر باپ کے طور پر استعمال کیا گیا جبکہ وہ ان کا چچا تھا۔ اور آگے چلئے قرآن کریم کے سب سے بڑے شارح خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ آپؐ نے ایک جنگ کے موقع پر یہ شعر موزوں فرما کر پڑھا تھا کہ :-

ان النبی لاکذب   انا ابن عبدالمطلب (۲)

---

(۲) صحیح بخاری۔ کتاب المغازی باب غزوہ حنین

یعنی میں خدا کا نبی و رسول ہوں اور میں بیٹا ہوں عبدالمطلب کا حالانکہ کون نہیں جانتا کہ آپؐ حضرت عبدالمطلبؓ کے نہیں بلکہ حضرت عبداللہؓ کے بیٹے تھے، حضرت عبدالمطلبؓ تو آپؐ کے دادا تھے معلوم ہوا کہ عربی زبان میں دادا کے لئے بھی باپ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور یہ قرآن شریف کے خلاف نہیں بلکہ عین اس کے مطابق ہے۔

تاریخ کی رو سے "ابٌ" کے معنی؟

اب تاریخ کی طرف آیئے۔ جب حضورؐ اقدس کی مخالفت عروج پر پہنچ گئی اور مشرکین مکہ نے دیکھا کہ حضرت ابو طالب اپنے بھتیجے کے سامنے سپر بنے ہوئے ہیں تو ایک روز وہ ایک وفد لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قریش کے ایک نہایت ہی حسین و جمیل نوجوان عمارہ بن ولید کے بارے میں پیش کش کی اے ابو طالب! آپ اسے اپنا بیٹا بنا لیں اور اپنے بھتیجے (محمدؐ) کو ہمارے حوالے کر دیں (تاکہ ہم اسے قتل کر دیں) یہ سن کر حضرت ابو طالب نے جو نہایت ہی بلیغ اور حکیمانہ جواب دیا وہ تاریخ نے محفوظ کر لیا۔ جناب ابو طالب نے فرمایا کہ:۔

> "خدا کی قسم تم مجھ سے بہت برا سودا کر رہے ہو یعنی میں تمہارا بیٹا لے لوں اور پھر اسے خوب کھلاؤں پلاؤں اور اپنا بیٹا تمہیں دیدوں تاکہ تم اسے قتل کر دو۔ خدا کی قسم یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی"۔ یہاں جناب ابو طالب نے یہ الفاظ استعمال کئے تھے:۔

"واعطیکم وابنی"(۳)

(یعنی اپنا بیٹا تمہیں دیدوں)۔ کون نہیں جانتا کہ حضورؐ اقدس حضرت ابوطالب کے بھتیجے تھے بیٹے ہرگز نہیں تھے مگر جناب ابو طالب حضورؐ کو اپنا بیٹا قرار دے رہے ہیں معلوم ہوا کہ عربی ادب اور تاریخ میں بھی چچا کے لئے باپ کالفظ استعمال ہوتا ہے۔ گویا توارت' انجیل' قرآن' حدیث اور تاریخ سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ابؑ (باپ) کا لفظ چچا کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور "آزر" حضرت ابراہیمؑ کا باپ نہیں چچا تھا آپؑ کے باپ کا نام "تارح" تھا جو سچے خدا پرست تھے اور آپؑ کے ساتھ ہی نمرود کے ملک سے ہجرت کر گئے تھے۔ پس ثابت ہو گیا کہ خدا کے رسول مشرکوں اور بت پرستوں کی اولاد نہیں ہوتے۔ اس کی مزید تائید رسولؐ اقدس کے اس ارشاد مبارک سے ہوتی ہے حضور فرماتے ہیں کہ :۔

لم یزال اللہ ینقلنی من الصلاب الطاھزین الیٰ ارحام الطاھرات(۴)

(ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ مجھے پاک صلبوں (پیٹھوں) میں سے گذارتا ہوا پاکیزہ عورتوں کے رحموں میں منتقل فرماتا رہا ہے)۔

یعنی حضورؐ کے آباؤ اجداد اور امہات میں حضرت آدمؑ سے لے کر جناب عبدالمطلبؓ اور جناب عبداللہؓ تک اور حضرت حواؑ سے لے کر سیدہ آمنہؑ تک کوئی بت پرست اور مشرک یا فاسق و فاجر نہیں گذرا سب مومن' خدا پرست'

---

(۳) تاریخ الرسل و الملوک جلد ۲ ص ۲۲۱۔ امام طبریؒ

(۴) "الشفا" قاضی عیاضؒ فصل شرف النبی۔ ص ۶۳۔ مطبوعہ مصر و "دلائل النبوۃ" جلد اول ص ۱۱۔ مولفہ امام بیہقیؒ ---- نیز زرقانیؒ جلد اول۔ ص ۲۰۴۔

ک سیرت اور پاک کردار لوگ تھے۔

حضرت عبدالمطلبؒ کا روحانی مقام

حضورؐ اقدس کے سب سے قریبی جد بزرگوار حضرت عبدالمطلبؓ تھے اور تاریخ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ نہایت پاکیزہ کردار، موحد اور خدا پرست تھے۔ انہوں نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ چنانچہ یمن کے حبشی حکمران "ابرہہ الاشرم" نے جب خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کی غرض سے مکہ پر حملہ کیا تو جناب عبدالمطلبؓ نے کسی بت کے پاس جا کر یا اس کا طواف کر کے اس سے دعا نہیں کی بلکہ خانہ کعبہ کی چوکھٹ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دردمندانہ التجا کی کہ:۔

> "اے اللہ! ہر آدمی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما (اور ایسا کر کہ) کل وہ (یعنی ابرہہ کے لشکری) اپنی صلیب اور اپنی چالوں سے تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ ہونے پائیں"۔(۵)

پھر جب ابرہہ کا لشکر کعبہ کی طرف بڑھا تو آپؓ یہ دعا کر رہے تھے کہ:۔

> "اے میرے رب کریم! میں ان کے مقابلے میں تیرے سوائے اور کسی سے امید نہیں رکھتا (یعنی نہ لات سے نہ ہبل سے) اے میرے پروردگار! ان کے ہاتھوں سے تو ہی اپنے گھر کی حفاظت فرما"۔(۶)

---

(۵) "سیرت ابن اسحاق" مرتبہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ - مترجم نور الٰہی ایڈووکیٹ۔ منقول از نقوش لاہور (رسول نمبر) جنوری ۱۹۸۵ء ص ۵۷- جلد یازدھم۔

(۶) تاریخ الکامل از علامہ ابن ایثر جلد اول ص ۲۶-

آپ نے دیکھا کہ اس نازک ترین وقت میں جب اللہ کا گھر ہاتھیوں کی زد میں تھا اور دشمن اسے نیست و نابود کر دینا چاہتا تھا حضرت عبدالمطلبؓ نے ایک باری بھی "لات" یا "ہبل" نامی بتوں میں سے کسی بت کو نہیں پکارا بلکہ اپنے رب قادر و توانا کے حضور عاجزانہ دعا کی پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عبدالمطلبؓ شرک سے پاک اور سچے خدا پرست تھے۔ پھر جب حضورؐ اقدس کی ولادت ہوئی تو جناب عبدالمطلبؓ حضورؐ کو گود میں لے کر سیدھے خانہ کعبہ گئے اپنے نوزائیدہ پوتے کو کسی "لات" یا "ہبل" کے قدموں میں نہیں ڈالا بلکہ تاریخ کہتی ہے کہ حضورؐ اقدس آپؓ کی گود میں تھے اور:۔

"آپؓ اللہ تعالیٰ کے حضور اس نوزائیدہ بچے کے لئے دعا کر رہے تھے اور اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کر رہے تھے (۷)

کیا ایسے خدا پرست کو مشرک قرار دیا جا سکتا ہے؟

عبدالمطلبؓ کے خدا پرست ہونے کی ایک اور دلیل

۸ ھ میں جب حضورؐ اقدس نے مکہ فتح کیا تو اس موقع پر خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر آپؐ نے ایک نہایت اثر انگیز اور تاریخ ساز خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ:۔

"اے قریش کی جماعت! یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جاہلیت کے تمام غرور اور جاہلیت کے زمانہ کے آباؤ اجداد پر فخر و مباہات کا خاتمہ کر دیا۔(۸)

---

(۷) "السیرۃ الحلبیہ" جلد اول۔ ص ۷۶۔

(۸) "السیرۃ الحلبیہ" جلد ۲۔ ص ۲۲۲

یہاں زمانہ ٔ جاہلیت کے آباؤ اجداد سے مراد وہ لوگ ہیں جو مشرک اور بت پرست تھے۔ اگر حضورؐ اقدس کے جد بزرگوار جناب عبدالمطلبؓ بھی بت پرست اور مشرک ہوتے تو حضورؐ جنگ حنین میں کبھی ان پر فخر کرتے ہوئے ہرگز یہ نہ فرماتے کہ:۔

"انا ابن عبدالمطلب"

یعنی یاد رکھو میں کسی معمولی خاندان کا فرد یا کسی معمولی آدمی کا بیٹا نہیں ہوں بلکہ عبدالمطلبؓ کا بیٹا ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عبدالمطلبؓ خدا پرست اور موحد شخص تھے اسی لئے حضورؐ نے ان سے اپنی نسبت پر فخر کیا ورنہ خود حضور فرماتے ہیں کہ زمانہ ٔ جاہلیت کے بت پرست اور مشرک اجداد پر فخر مت کرو۔

حضورؐ کے اجداد میں کوئی مشرک نہ تھا

حضرت شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی برصغیر پاک و ہند کے بہت بڑے عالم، مفسر اور محدث گذرے ہیں "مشکواۃ" کی فارسی شرح ان کا بہت بڑا علمی و دینی کارنامہ ہے۔ اس شرح میں حضرت محدثؒ لکھتے ہیں کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سارے آبائے کرام حضرت آدم سے لے کر جناب عبداللہ تک کفر و شرک کی نجاست سے پاک و منزہ تھے۔ چنانچہ خود حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں طاہر مردوں کی پشتوں میں سے گذرتا ہوا پاک عورتوں کے رحموں میں سے ہوتا ہوا پیدا ہوا ہوں"۔

گویا حضرت عبدالحقؒ محدث دہلوی سیدہ آمنہؓ کو نہایت ہی پاک و مطہر خاتون قرار دیتے ہیں۔

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ:۔

ایسا ہو سکتا ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے پاک نور کو (روحانی اعتبار سے) گندی اور ناپاک جگہ میں رکھے اور حشر کے دن حضورؐ کے آباؤ اجداد کو عذاب دے کر آپؐ کو ایذا پہنچائے۔(۹)

اس سے ایک بار پھر ثابت ہو گیا کہ حضورؐ اقدس کے آباؤ اجداد میں سے کوئی ایک شخص بھی بت پرست' مشرک اور فاسق و فاجر نہ تھا اور نہ اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر نبی کے شایان شان تھا کہ وہ ناپاک جسموں میں سے منتقل ہوتا ہوا عالم وجود میں آتا گویا عقلاً" بھی یہ امر قابل قبول نہیں کہ حضورؐ کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بت پرست یا فاسق تھا۔

عبدالمطلبؒ کی مصلحانہ حیثیت

جیسا کہ قبل ازیں بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؒ حضورؐ کے اجداد میں سے قریب ترین جد بزرگوار تھے۔ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ حضرت عبدالمطلبؒ اپنے عہد کے بہت بڑے مذہبی ریفارمر تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دین میں جو بدعات داخل ہو گئی تھیں اور اسے جس طرح مسخ کر دیا گیا تھا اس کی تفاصیل پڑھ کر آج بھی انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے مثلاً دین ابراہیم میں سوتیلی ماؤں' خالاؤں' پھوپھیوں اور اسی قسم کی رشتہ دار عورتوں سے نکاح کو ناجائز قرار دیا گیا تھا مگر عربوں نے یہ ساری پابندیاں توڑ دی تھیں۔ اسی طرح دین ابراہیم میں زنا' شراب' چوری یہ سب گناہ کے کام قرار دیئے گئے تھے مگر عربوں میں یہ گناہ نہ

---

(۹) اشعتہ اللمعات شرح مشکوات (فارسی) جلد ۲ ص ۴۹۱۔ مولفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ۔

صرف عام تھے بلکہ ان میں سے بعض گناہوں کے ارتکاب کا فخریہ اظہار کیا جاتا تھا۔ حج کے ایام میں حجاج کو اجازت تھی کہ کسی خاص ضرورت کے تحت اپنے گھروں میں داخل ہو سکتے تھے مگر عربوں نے اس کے لئے ایک غلط طریقہ اختراع کر لیا تھا یعنی حج کے دنوں میں اگر انہیں اپنے گھروں میں داخل ہونا پڑتا تو دروازے کے راستے سے جانے کی بجائے گھر کی پچھلی طرف سے داخل ہوتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے سال کے چار ماہ جنگ کے لئے حرام قرار دیئے تھے ان چار ماہ میں ہر قسم کا فتنہ و فساد گناہ تھا مگر عربوں نے ان پابندیوں کو بھی توڑ دیا تھا۔

ہمارا وجدان کہتا ہے کہ سرزمین مکہ ہر زمانے میں ایسے مصلح پیدا کرتی رہی جو دین ابراہیمی کو ان بدعات اور مکروہات سے پاک کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان میں سے آخری مصلح حضرت عبدالمطلبؓ تھے۔ چنانچہ آپؓ نے قریش مکہ بلکہ سارے عربوں کی دینی و سماجی اصلاح کے لئے ایک نقشہ ء ضوابط مرتب کیا جس کی روسے قرار دیا گیا کہ:

(۱) دیت (خوں بہا) دس اونٹوں کی بجائے ایک سو اونٹ مقرر کی جاتی ہے۔ اس طرح انسانی قدر و قیمت میں دس گنا اضافہ ہو گیا۔

(۲) محرم عورتوں (مثلاً سوتیلی ماؤں، بہنوں، پھوپھیوں، خالاؤں وغیرہ) سے نکاح ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔

(۳) گھروں میں پچھلی طرف سے داخل نہ ہوں بلکہ دروازے کے راستے سے داخل ہوا کریں۔

(۴) چوری کا ارتکاب کرنے والوں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔

(۵) بیٹی پیدا ہونے پر اسے قتل نہ کیا جائے۔

(۶) شراب نوشی کو حرام کیا جاتا ہے۔

(۷) زنا کو حرام کیا جاتا ہے۔

(۸) کوئی شخص برہنہ ہو کر طواف نہ کرے۔

(۹) حج صرف پاک کمائی سے کیا جائے۔

(۱۰) سال کے چار ماہ حرمت کے ہیں ان میں جنگ اور فتنہ و فساد ناجائز ہے۔

(۱۱) مہمان (اور خاص طور پر مسافر) کی مہمان نوازی کی جائے۔

(۱۲) مکہ میں کوئی جھنڈے والی نہ رہے (مکہ میں بدکار عورتیں اپنے مکانوں پر جھنڈے لگا دیتی تھیں تاکہ بدکار لوگوں کو ان تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ گویا جھنڈے دعوت گناہ دینے کے لئے نصب کئے جاتے تھے۔ مولف) (۱۰)

ان ضوابطِ اخلاق کا مطالعہ کیجئے اور سوچئے کیا ان ضوابط کا مرتب کرنے والا شخص کافر و مشرک یا فاسق و فاجر ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بہت بڑے مورخ اور رسولؐ اقدس کے ایک عظیم سیرت نگار کو اعتراف کرنا پڑا کہ حضرت عبدالمطلب نے ایسے اخلاقی قواعد و ضوابط مرتب کئے جن میں سے بہت سے ضوابط کو خود قرآن شریف نے بحال رکھا اور بعض کو رسولؐ اقدس نے قبول کر کے تعلیمات اسلامی کا جزو بنا دیا۔ (۱۱)

حضرت عبدالمطلبؑ کی پاکیزہ زندگی اور ان پاکیزہ اصلاحات کو دیکھ کر نیک دل قریش پکار اٹھے تھے کہ عبدالمطلبؑ ابراہیم ثانی ہیں۔

---

(۱۰) تاریخ اسلام مولفہ عبداللہ العمادی ص ۱۷۔ بحوالہ "دین آبا النبی ص ۴۰۔ مولفہ سید حشمت علی جعفری ایڈووکیٹ شائع کردہ مکتبہ افکار اسلامی گاڑی کھاتہ حیدر آباد (سندھ)

(۱۱) السیرۃ الحلبیہ جلد ۱ ص ۴۔

حضرت عبداللہؓ کی کریم النفسی

حضرت عبدالمطلبؒ کی طرح ان کے فرزند حضرت عبداللہؓ بھی نہایت نیک نفس اور پاکیزہ کردار انسان تھے انہیں زیادہ عمر نہیں مل سکی اس لئے وہ ایسے کارنامے سرانجام نہ دے سکے جو انہیں حضرت عبدالمطلبؒ کا ہم پایہ و ہم مرتبہ بنا سکتے لیکن اس مختصر سی عمر میں بھی خاص طور پر اپنی بھرپور جوانی میں انہوں نے اپنے اخلاق اور سیرت کا جو نمونہ دکھایا گذشتہ صفحات میں اس کی کسی قدر تصریح کی جا چکی ہے۔ وہ مکہ کے حسین ترین انسان تھے ایسے حسین کہ نوخیز دوشیزائیں ان کا راستہ روک لیتی تھیں مگر جناب عبداللہؓ نے حضرت یوسفؑ کی طرح اپنے دامن کو پاک رکھا ان کی پارسائی کی خود مکہ کی عورتیں گواہ تھیں۔ کوئی ایسی شہادت نہیں ملتی کہ جناب عبداللہ نے کبھی بت پرستی کی ہو یا شراب کو منہ بھی لگایا ہو حالانکہ یہ باتیں اس معاشرے میں معیوب نہیں تھیں۔ تاریخ کہتی ہے کہ حضرت عبداللہؓ کسی قسم کے شرک میں مبتلا نہیں ہوئے کسی پر ظلم نہیں کیا کسی کا حق غصب نہیں کیا' غریبوں اور ناداروں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آئے یہی وجہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر مشرکین مکہ نے آپؐ کو "کریم النفس بھائی" کا لقب دیا تھا۔ (۱۲)

سیدہ آمنہؓ کا روحانی مقام

اب آخر میں حضورؐ اقدس کی والدۂ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہؓ کی روحانیت کے بارے میں چند تصریحات۔

---

(۱۲) "تاریخ الرسل و الملوک" جلد ۲ ص ۲۰۔ مولفہ امام طبریؒ

سیدہ آمنہؓ کی پاک دامنی، شرافت نفس، بلندی اخلاق اور اعلیٰ کردار کے بارے میں اس سے قبل اسی کتاب میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اب اس کا اعادہ نامناسب ہے۔ یہ تو سیدہ آمنہؓ کا ذاتی شرف اور آپؓ کے اخلاق فاضلہ تھے جن کا ہر مورخ اور سیرت نگار حتیٰ کہ کارلائل جیسا غیر مسلم مصنف بھی معترف ہے۔ جہاں تک سیدہ آمنہؓ کے روحانی مقام کا تعلق ہے تو بلاشبہ اس اعتبار سے بھی آپؓ اپنے دور کی سب سے عظیم اور محترم خاتون تھیں جنہیں خود حضورؐ اقدس نے حضرت سارہؑ اور حضرت مریمؑ کے زمرے میں شامل فرمایا اور سیدہ آمنہؓ کے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انبیاء کی ماؤں کو اسی طرح دکھایا جاتا ہے۔(۱۳)

ظاہر ہے کہ کون بدبخت حضرت سارہؑ اور حضرت مریمؑ کو مشرکہ قرار دے گا پس ثابت ہوا کہ پیغمبرؐ آخرالزماں کی والدۂ ماجدہ بھی خدا پرست تھیں کیونکہ خود حضورؐ نے سیدہ آمنہؓ کو سیدہ سارہؑ اور سیدہ مریمؑ سے تشبیہ دی۔

پھر حضرت آمنہؓ پر فرشتوں کا نزول ہوا اور فرشتے خوشخبری لے کر ہمیشہ مومنوں پر اترتے ہیں کافروں پر نہیں چنانچہ جناب آمنہؓ فرماتی ہیں کہ:۔

"میں نہ سو رہی تھی نہ پوری طرح جاگ رہی تھی کہ ایک آنے والا (فرشتہ) میرے پاس آیا....." (۱۴)

اور پھر اس نے سیدہ آمنہؓ کو حضورؐ کی ولادت کی خوشخبری سنائی جس طرح سیدہ مریمؑ کو فرشتے ہی نے حضرت مسیحؑ کی ولادت کی خبر دی تھی۔ حضورؐ کی ولادت سے قبل اور حضورؐ کی ولادت کے بعد سیدہ آمنہؓ نے متعدد کشف دیکھے، آپؓ کو الہامات ہوئے اور وہ سب صد فی صد پورے ہوئے اور سچے ثابت ہوئے۔ آپؓ

---

(۱۳) "مواهب الدنية" الجز الاول ص ۲۲۔ مولفه علامه القسطلانی"
(۱۴) طبقات کبیر جلد اول۔ ص ۹۸ ابن سعد

نے کبھی کسی بت سے نہیں بلکہ ہمیشہ اپنے رب کریم سے دعا کی اور اپنے فرزند گرامی (حضورؐ انور) کو لات و ہبل کے نہیں بلکہ ہمیشہ اللہ کے سپرد کیا اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی اپنے مقدس بیٹے کے لئے جو دعا کی وہ یہ تھی کہ:۔

"اے میرے بیٹے! تجھ پر اللہ اپنی برکتیں نازل فرمائے۔ (مجھے یقین ہے کہ) اللہ تعالیٰ جو صاحب جلال اور صاحب اکرام ہے تجھے اپنے بندوں کی طرف مبعوث کرے گا۔" (۱۵)

کیا یہ دعا اور اللہ تعالیٰ پر یہ یقین و ایمان ثابت نہیں کرتا کہ سیدہ آمنہؓ جیسا کہ حضورؐ اقدس نے فرمایا تھا انبیاء کی ماؤں کی طرح صاحب ایمان اور خدا پرست تھیں۔ ان کی ساری زندگی کفرو شرک سے پاک اور دین ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے گذری۔

سلام اللہ علیہا

☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱۵) مواھب الدنیہ ص ۳۲۔

اُمِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

433

دہ آمنہؑ ـــــــ دُنیا کی سب سے عظیم ماں

ں نے دُنیا کی سب سے عظیم ہستیؐ کو جنم دیا۔

تالیف و تحقیق

پیام شاہجہانپوری

ـــــ ناشرین ـــــ

تاریخ و تحقیق، این-۲۳ عوامی فلیٹس ریواز گارڈن لاہور ۵۴۰۰۰